تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصاراللہ

ربوہ

ہجرت ۱۳۶۲ھ ش / مئی ۱۹۸۳ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

رجب ۱۴۰۳ھ ہجری

ہجرت ۱۳۶۲ ہش

مئی ۱۹۸۳ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

مدیرانِ اعزازی

ملک صلاح الدین صاحب بھارت۔ مبارک احمد صاحب ساقی لنڈن

کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

شرح چندہ ماہنامہ "انصار اللہ"

پاکستان ـــــــ پندرہ روپے سالانہ ۱۵/-

امریکہ۔کینیڈا جزائر فجی { بذریعہ ہوائی ڈاک ـــ پندرہ ۱۵ ڈالر " / " بحری ڈاک ـــ آٹھ ۸ " "

دیگر ممالک { بذریعہ ہوائی ڈاک ـــ چھ ۶ پونڈ " / " بحری ڈاک ـــ تین ۳ " "

فہرست مضامین

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:۔ سیّد عبدالحیٔ

مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

کتابت:۔ رضوان الکتابت ربوہ

قیمت فی پرچہ:۔ ڈیڑھ روپیہ ۱/۵۰

جلد ۲۶ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۵

ہجرت ۱۳۶۲ھ

ستائیس مئی ـــ قدرتِ ثانیہ کا ظہور

چھبیس اور ستائیس مئی کو تاریخ احمدیت میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ چھبیس مئی کو وہ وجود رخصت ہوئے تھے جن کا دل مہبطِ انوارِ الہیہ تھا۔ وہ جن کے سبب "الدار" پر فرشتوں کا نزول تھا۔ وہ برگزیدہ ہستی جسے ہمارے سید و مولا فخرِ کائنات سرتاج مرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام بھجوایا تھا۔ وہ جس کے لئے سلامتی مقدر تھی۔ وہ جس کے دَور کو مفسرین نے یظھرہ علی الدین کلّہ کا مصداق قرار دیا۔ وہ جس کی دُعاؤں سے غلبۂ اسلام کے لئے آسمانی نشانات کا ظہور ہوا۔ وہ جس نے مومنین کے قلوب کو بدل کر رکھ دیا۔ جس نے مخلوق کا رشتہ پھر خالق سے استوار کیا۔ جس کا نطق باطل کے لئے گرز کی مانند تھا تو اس کا سکون دلوں کے لئے باعث اطمینان ـــ وہ جس نے انسانوں سے مادرِ مہربان کی طرح پیار کیا۔ ـــ چھبیس مئی ۱۹۰۸ء کو وہ وجود رخصت ہوئے تھے۔ اُن کی وفات سے مومنین کے دل لرز گئے۔ اُن کی دُنیا اندھیر ہوگئی کہ آج وہ آسمانی نُور اُن سے جُدا ہُوا۔ اُن کے لئے یہ دن قیامت سے کم نہ تھا۔ وہ سوچتے تھے اَب کیا ہوگا۔

لیکن

چھبیس کو رخصت ہونے والے نے قریباً ایک سال قبل خدا سے خبر پا کر کہا تھا۔ "ستائیس کو ایک واقعہ" (تذکرہ صفحہ ۷۴۳)۔ اور اس روز اللہ نے مومنوں کے دلوں کو پھر سکون بخشا۔ لرزتے دلوں کو اُس رؤوف خدا نے سکینت بخشی۔ جس "قدرتِ ثانیہ" کی اس آسمانی مامور نے خبر دی تھی۔ خدا نے وہ قدرتِ ثانیہ عطا فرمائی۔ وہ جس کے متعلق خبر دی تھی کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ جس کے بارہ میں فرمایا تھا جب تک مَیں نہ جاؤں گا وہ تمہیں عطا نہ ہوگی۔ وہ قدرتِ ثانیہ جس کے کھو جانے سے مسلمانوں نے بہت کچھ کھویا۔ وہ خدا کی رحمت آپ کے آنے سے آئی اور خدا نے پھر یہ بابرکت نظام عطا فرمایا۔ اور یہ نظام مقدر تھا اُس آسمانی مامور سے جس کے متعلق

پیشگوئی تھی کہ وہ ایمان کو پھر زمین پر لائے گا۔

اس نظام کی برکات ہم میں سے ہر ایک مشاہدہ کر رہا ہے۔ وہ ساری برکات ہمیں مل رہی ہیں جو اس نظام سے خدا نے وابستہ کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیں اس عروۂ وثقیٰ سے وابستہ رکھے۔ جو ہاتھ ہم نے رکاب میں رکھا ہے کبھی ڈھیلا نہ ہونے پائے۔

اور ہم پر واجب ہے کہ ہم خُدا کی اس نعمت کا ذکر بار بار کرتے رہیں۔ ہم اپنی نوجوان نسل کے ذہن نشین کرا دیں کہ خدا کی یہ نعمت اللہ کے فضلوں کے نتیجہ میں عطا ہوئی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ خدا کی اس نعمت کا قولی اور فعلی شکر ادا کریں۔ اس نعمت کی قدر کریں۔ اپنی تمام توانائیاں اور صلاحیتیں آپ کے ہاتھ میں دے دیں۔ ہم خلافت کے منصب کو سمجھنے والے اور اس کی قدر کرنے والے ہوں۔ بارگاہِ خلافت سے صادر ہونے والے ہر ارشاد پر عمل کر کے دین و دُنیا میں سرخرو ہوں۔ ہم نے جماعت کی اکاسی سالہ تاریخ میں مشاہدہ کیا کہ خلافت سے وابستہ رہنے والوں نے کیا پایا اور اس سے دُور ہونے والوں نے کیا کھویا۔

خدام احمدیہ

اخبار بدر قادیان کی ایک خوش کُن خبر ملاحظہ فرمائیے :-

موضع بھام میں مجلس خدام الاحمدیہ قادیان کے تحت
ویران مسجد کی آباد کاری اور ایک مثالی وقارِ عمل

جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء سے کچھ عرصہ قبل موضع بھام کے مسلمانوں نے احمدیت کو قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے آمین۔ اس گاؤں کی مسجد پارٹیشن کے بعد ویران پڑی ہوئی تھی اور بعض غیر مُسلموں نے اس میں اپنے جانور باندھے ہوئے تھے۔ خدام الاحمدیہ قادیان نے تین وقارِ عمل اور سفیدی کر کے مسجد کو اس قابل بنایا کہ اس میں نماز ادا کی جاسکے۔ مسجد کی یہ حالت تھی کہ اس کے اندر کے حصّہ میں گوبر کے ڈھیر تھے۔ مسجد اور اس کے برآمدے اور صحن کے کچھ حصّہ کو صاف کر دیا گیا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ وقارِ عمل میں گرد و نواح کو بھی جس میں ابھی بھی گوبر کے ڈھیر ہیں صاف کرنے کا پروگرام ہے۔ اس کارِ خیر میں گاؤں کے سرپنچ اور نمبردار نے پُورا تعاون دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

مورخہ ۸۳/۳/۱۸ کا جُمعہ بیس خدام اور تین انصار بزرگوں نے بھام کی اس مسجد میں ادا کیا۔ محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ نے جو کہ قافلہ کے امیر تھے خطبہ جمعہ پنجابی زبان میں دیا۔ اور اسلام و احمدیت کے پیغام کو اہالیانِ بھام تک پہنچایا۔ نمازِ جُمعہ بھی آپ نے ہی پڑھائی۔ اس وفد میں محترم مولانا بشیر احمد صاحب خادم صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ محترم مولانا محمد انعام صاحب غوری صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ مولانا خورشید احمد صاحب انور سیکرٹری تبلیغ لوکل انجمن

احمدیہ قادیان بھی شامل تھے ۔

قارئین کرام سے دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام مساجد کی آباد کاری کا انتظام فرمائے۔ جو ویران پڑی ہوئی ہیں۔ اور ان کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ آمین۔ اس طرح ان تمام خدام اور انصار بزرگوں کے لئے بھی دُعا کی درخواست ہے جنہوں نے بھام کی مسجد کی آباد کاری اور اس کی صفائی کرنے میں حصّہ لیا۔ خدا تعالیٰ سب کو جزائے خیر سے نوازے "۔

یہ خبر پڑھی تو قرآن مجید کی یہ آیت زبان پر آگئی ۔

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ○

کہ اللہ کی مسجدوں کو تو وہی آباد کرتا ہے۔ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے اور نمازوں کو قائم کرتا ہے۔ اور زکوٰۃ دیتا ہے ۔ اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ سو قریب ہے کہ ایسے لوگ کامیابی کی طرف لے جائے جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں اُس موعود مصلح پر جن کی قیادت کی بدولت قادیان میں درویش دھونی رما کر بیٹھے رہے۔ تقسیم ملک کے بعد پہلی بار راقم الحروف مولانا ابوالعطاء صاحب کی معیّت میں قادیان گیا۔ حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب امیر جماعت قادیان کے دفتر میں اُن سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتلایا کہ شروع میں تو یہ حال تھا کہ رات سوتے تھے تو یہ پتہ نہ تھا کہ صُبح زندہ ہوں گے یا نہیں اور سورج طلوع ہوتا تھا تو نہیں کہہ سکتے تھے کہ شام تک اس معمورہ ارض میں سانس لے سکیں گے یا نہیں۔ لیکن وہ درویش وہاں بیٹھے رہے ۔ دُعائیں کرتے رہے۔ اور خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے رہے۔ آج اُن مسکینوں کی دُعائیں رنگ لا رہی ہیں ۔

مُلک تقسیم ہو چکا تھا۔ ابھی راقم الحروف قادیان میں ہی تھا کہ ایک مسلمان بیٹی جو اپنے ماں باپ سے بچھڑ کر کسی غیر مُسلم کے گھر میں تھی۔ مینارۃ المسیح پر مؤذن کی آواز سُنکر گرتی پڑتی قادیان پہنچ گئی۔ اور پھر وہ اپنے ورثاء سے مل گئی۔ خدا نے چاہا تو ان درویشوں کی آہ وزاری رنگ لائے گی ۔۔۔ کن پاک جذبات اور مقبول دُعاؤں سے مسیح پاک نے اس مینارۃ البیضاء کی بنیاد رکھی تھی کہ ابتلا کی آندھیوں میں بھی اذان کی آواز اس سے بلند ہوتی رہی۔ اور نُور کا شُعلہ اس پر فروزاں ہی رہا۔

دم واپسیں تک

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :۔

فسبّح بحمدِ ربّك وكن من السّٰجدين واعبُدْ ربّكَ حتّٰى يأتيكَ اليقين (الحجر آیت ۹۹ تا ۱۰۰)

تُو اپنے ربّ کی حمد کرتے ہوئے اس کی تسبیح کر اور اس کے کامل فرمانبرداروں میں سے ہو جا۔ اور اپنے ربّ کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے موت آ جائے ۔

خدا کی عبادت مومن کی رُوح کی غذا ہے۔عبادت انسان کی تخلیق کی علّتِ غائی ہے۔ فرمایا ماخلقت الجنّ والانس الاّ لیعبدون۔ مخلوق کی تخلیق کی علّت یہ ہے کہ وہ اللہ کا عبد بن جائے۔اس کی جملہ خواہشات خدائی احکام کے تابع ہوجائیں۔اس کی موت وحیات اس کی تگ و تاز اپنے مولیٰ کے لئے ہوجائے۔اگر ایسا کرتا ہے تو وہ انسان ہے ورنہ کھانا پینا اور سو رہنا تو حیوانوں سے بھی سرزد ہوتا ہے۔اپنے افکار، اعمال اور جذبات میں پروردگار کو بسا لیتا ہے تو انسان ہے ـــــ اس تصوّر کا اظہار ہوتا ہے عبادت سے۔ عبودیّت تعبیر ہے عبادت سے۔

نماز کے فلسفہ اُس کے معانی پر غور کریں تو عبادت کا مغز اور رُوح نماز باجماعت ہے خشوع وخضوع سے نماز، انکساری اور تضرع سے خدا کے حضور قیام ـــــ اور یہ معیار ہے مذہبی جماعتوں کی زندگی کا۔آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے ساعۃ یعنی مسلمانوں کے تنزل و زوال کا ایک سبب خشوع وخضوع کا جاتے رہنا بیان فرمایا۔آپ نے فرمایا۔ آپ جامع مسجد جائیں گے تو آپ کو ایک شخص بھی خشوع وخضوع سے نماز پڑھتا دکھائی نہ دے گا۔

نماز تو آستانہ الوہیت پر رُوح کے پگھل جانے کا نام ہے۔اس کی حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُس سجدہ میں مناجات سے ہوتا ہے۔کہ جب جبین مبارک خدا کے سامنے جُھکی تو زبان فیض ترجمان یہ کہہ رہی ہے۔ سَجَدَ لكَ رُوحی وجنانی۔ اَے مولا اَے پروردگار میری رُوح اور میرا دل تیرے حضور سجدہ ریز ہوگئے۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آج جماعت کے ہر فرد کو اپنے قول و فعل سے اس کی طرف بُلا رہے ہیں کہ واعبد ربّك حتّٰی یاتیك الیقین۔ مرتے دم تک عبادت کرو۔ یہ نہ ہو کہ کبھی نماز پڑھنے لگ گئے کبھی چھوڑ دی کہ وہ حاصل ہوگیا۔ مجلسِ شوریٰ کے موقعہ پر جب جماعت کے نمائندگان بھی مرکز میں اکٹھے ہوتے ہیں آپ نے نماز کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"جماعت کے سارے نظام میں ہمیشہ اس کو اوّلیّت دی جانی چاہیئے کیونکہ مذہب کا اصل مقصد عبادت ہے اور حقوق العباد کی ادائیگی کی جڑیں بھی عبادت میں پیوست ہیں"

اِس ضمن میں حضور نے مزید فرمایا:۔

"اس کے لئے گھروں میں بھی بار بار تلقین کرنے کی ضرورت ہے۔خاوند بیویوں کو، مائیں اور باپ بچوں کو تلقین کریں"

حضور نے فرمایا:۔

"ساری جماعت پُوری طرح نماز باجماعت کی پابند ہوجائے تو وہ ایک ایسی زبردست طاقت بن جائیں گے کہ دُنیا کی کوئی طاقت انکا مقابلہ نہ کر سکے گی" (الفضل ۳ اپریل ۱۹۸۳ء)

جماعت کے ہر فرد کو چاہیئے کہ وہ نماز کا اس طرح پابند ہوجائے کہ وہ اس کی زندگی کا جزو لاینفک ہوجائے کہ یہ آپ کی رُوح کی غذا ہے۔یہ آپ کی زندگی کا معیار ہے یہ آپ کا معراج ہے۔ کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام:۔

الصّلوٰۃ معراج المومن

وَلئن شکرتم لَازِیدنّکُمْ

وإذ تاذّنَ رَبّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لأزیدنّکُمْ . ولئن کفرتُمْ اِنّ عذابی لَشدید . (ابراہیم آیت : ۸)

اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے ربّ نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ اے لوگو ! اگر تم شکر گزار بنے تو مَیں تمہیں اور بھی زیادہ دُوں گا۔اور اگر تم نے ناشکری کی تو یاد رکھو میرا عذاب یقیناً سخت ہُوا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے انسانوں پر اتنے فضل ہیں کہ اُن کا شمار وحساب ممکن نہیں ۔اس کے شکر گزار بندوں کی زبان ہمیشہ اس کی حمدو شکر کے ترانے گاتی ہے ۔انسانی زندگی کا ہر لحظہ مرہونِ منّت ہے اُس ذاتِ باری کے فضلوں کا۔ خدا نہ چاہے تو انسان سانس بھی نہ لے سکے۔ وہ چاہے تو شاہ کو گدا کر دے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ملکوں کے فرمانروا کس بے بسی سے مُلک بدر ہوئے کہ انہیں پھر اپنے وطن میں دو گز جگہ بھی قبر کے لئے نصیب نہ ہوئی۔ کیا اس کا یہ احسان کم ہے کہ اُس نے ہمیں معراجِ انسانیت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دامن سے وابستہ کیا۔ اُس نے ہمیں اپنی معرفت عطا فرمائی۔ اُس نے ہمیں اس زمانے کے مامور کے شناخت کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کے احسانات کا شمار ممکن نہیں ۔ اپنی پاک کتاب میں وہ فرماتا ہے :-

اِنْ تَعُدّوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ۔ (ابراہیم آیت ۳۵)

اگر تم اُس کی نعمتوں کا شمار کرو تو نہیں کر سکتے ۔

اور عبد شکور کا یہی وصف ہے کہ وہ شکرباری کیلئے مزید اُس کے سامنے جھکتا ہے۔اُس کی زبان اپنے پروردگار کی حمد کے ترانے گاتی ہے۔ اور خدائے ذوالمنن کا اعلان ہے کہ اگر ہم اُس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں گے .تو وہ ہم پر اپنی مزید نعمتیں نازل فرمائے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی انذار بھی ہے کہ اگر ہم اس کی نعمتوں کی ناشکری کریں گے۔اُن کی ناقدری کریں گے تو پھر اس کا عذاب ہماری تاک میں ہوگا۔ اور خدا کا شکر زبان سے بھی واجب ہے اور عمل سے بھی۔اُس کی نعمتوں کی قدر اُن کا صحیح اور برمحل استعمال ہے۔ اگر کوئی اپنی صحت یا مال کو ضائع کرتا ہے ۔اسراف کرتا ہے ۔تعیش میں اِسے تباہ کرتا ہے تو یہ اُس کی نعمت کی ناشکری ہے۔قناعت، توکل، شکر انسان کو اطمینان بخشتا ہے اور ناشکری ،ناقدری ہمیں خدا کا نافرمان بناتی اور آمادہ فساد کرتی ہے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہمیں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ ہماری زبانیں خدا کی حمد کے ترانے گائیں۔ ہمارے گھر شکر باری تعالیٰ سے لبریز ہوں۔کہ یہ خدا کے فضلوں کو جذب کرنے کا باعث ہے۔اور ناشکری اس کے عذاب کو بھڑکانے کا موجب۔

ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے

اللہ تعالیٰ سورۃ مُلک میں فرماتا ہے :-

خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایّکم احسن عملاً۔

کہ انسان کو زندگی و موت دینے والے کی نظر اُس کے اعمال پر ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

یہ دُنیا دار الامتحان ہے۔ کبھی وہ طاقت اور وسعت دے کر انسان کا امتحان کرتا ہے کہ وہ اُس کی دی ہوئی طاقت کا صحیح استعمال کرتا ہے یا غلط۔ وہ اُس کے بندوں پر طاقت کے نشہ میں عرصہ حیات تنگ کرتا ہے یا اُن کی غمخواری اور دلجوئی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :-

الّذین ان مکنّاھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ۔ (الحج آیت: ۴۲)

کہ ہمارے بندوں کا یہ وصف ہے جب ہم انہیں زمین میں تمکنت عطا کرتے ہیں تو وہ خدا کے حضور جُھک جاتے ہیں۔ وہ اپنے اندر عاجزی پیدا کرتے ہیں کہ یہ طاقت اور اقتدار تو خدا کی امانت ہے۔ جس کی وجہ سے ہم مسئول ہیں خدا کے سامنے۔ اور وہ اپنے پیارے بندوں کی حاجت روائی کرتے ہیں ان کی ضروریات کو پُورا کرتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ کوئی بے سہارا تو نہیں جس کی وجہ سے ہم قیامت کے دن پوچھے جائیں۔ یہ نظریہ حیات ہے جس کی طرف قرآن ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ پھر نہ جانے کیوں یہ حقیقت آنکھ سے اوجھل ہو جاتی ہے — کیوں انسان ظُلم پر کمر باندھ لیتا ہے۔ کیونکہ وہ انسان کے ڈر سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات وہ ظُلم ڈھاتے وقت یہ بھی نہیں دیکھتا کہ جس کو مَیں تکلیف پہنچا رہا ہوں وہ گھرانہ تو پہلے ہی غم میں ڈوبا ہُوا ہے — وہ کیوں بُھول جاتا ہے کہ ظُلم پر کمر بستہ ہاتھ بھی ایک زبردست ہاتھ والے کے ہاتھ میں ہے۔ ؎

نہ کر سختیاں زیر دستوں کے ساتھ ٭ کہ تیرے بھی ہے ہاتھ پہ کوئی ہاتھ

خُدا کے بندے

خدا کے بندے اُس کی منشار کا ہی اظہار کرتے ہیں۔ وہ بگل ہوتے ہیں جن سے پھونکنے والے کی آواز گونجتی ہے۔ وہ قرنا ہوتے ہیں جن سے شفقت کرنے والے خدا کی محبّت کا اعلان ہوتا ہے۔ جو اس آواز پر کان دھرتے ہیں۔ وہ دُنیا و دین میں سعادت پاتے ہیں۔ وہ فلاح پاتے ہیں جو اُن کی سُنتے ہیں۔ اور بدقسمت ہوتے ہیں وہ جو ایک کان سے اُن کی سُنتے ہیں اور دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔ زندہ قومیں اپنے قائد کی آواز پر لبیک کہتی ہیں۔ کہ یہ اُن کی ترقی کا ضامن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں خلافت کا نظام عطا فرمایا۔ اگر ہم فردی یا قومی ترقی چاہتے ہیں تو ہمیں اُس راہ پر چلنا چاہیئے۔ جس پر خلیفہ وقت ہمیں چلانا چاہتے ہیں۔

ہمیں اُن تحریکات پر بدل و جان عمل کرنا ہوگا جو آپ جماعت کے سامنے رکھتے ہیں۔ یہی کلیدِ کامیابی ہے کہ وہ وہی کہتے ہیں جو اُن کے متبوعین نے کہا۔

پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے امام کے ارشادات کا مطالعہ کریں اور اُن کے مطابق اپنے اندر نیک تبدیلی کریں کہ جنہوں نے ایسا کیا اُن کی زندگی سنور گئی۔ وہ تاریخ میں اچھے نقوش چھوڑ گئے۔

رسالہ کا معیار

یہ اللہ کا فضل و احسان ہے کہ حضور کی تحریک کے نتیجہ میں سلسلہ کے جرائد و رسائل کی اشاعت ترقی پذیر ہے۔ اور یہ احباب کی سعادت کی دلیل ہے کہ وہ خلیفہ وقت کی آواز کو زمین پر پڑنے نہیں دیتے۔ ابھی حال ہی میں ماہنامہ کے مینیجر صاحب کراچی گئے تو احباب نے رسالہ کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ اور سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے توسیع اشاعت کی رپورٹ پر فرمایا:۔

"الحمد للہ۔ اللھم زد فزد۔ خدا کرے اتنا معیاری ہو کہ جو ایک دفعہ خریدار بن جائے۔ پھر زندگی بھر چمٹا رہے۔ اس لحاظ سے ابھی کافی گنجائش ہے۔"

حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں اشاعت کو بڑھانے اور اسے قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ رسالہ کا معیار بھی بلند ہو۔ اس غرض کے لئے اہلِ علم حضرات سے میری استدعا ہے کہ وہ رسالہ کیلئے لکھیں۔ اس غرض کے لئے احباب کی خدمت میں فرداً فرداً بھی خطوط ارسال کئے ہیں۔ ان چند سطور کے ذریعہ اہلِ علم اور اہلِ قلم سے میری دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ اپنے اس جریدہ کے معیار کو بلند کرنے کے لئے مضامین لکھیں۔ اپنے مشوروں سے مستفید فرمائیں تا ہم حضور کے ارشاد کے پیشِ نظر رسالہ کے معیار کو بلند کر سکیں۔

نماز کا تارک

عَنْ جابر انّ النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم قال بین الکفر والایمان ترکُ الصّلوٰۃ۔ (ترمذی ابواب الایمان باب ما جاء فی ترکُ الصّلوٰۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ ایمان اور کفر میں فرق نماز کا چھوڑنا ہے۔

لَقَدْ خلقنا الانسان فی احسن تقویمہ (التین)

محسنِ انسانیت ــــ صلی اللہ علیہ وسلم

مکرم و محترم شیخ مبارک احمد صاحب۔ امیر و انچارج مشنری انگلستان

ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت رسول مقبول خاتم النبیّین محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے بہت اونچا مقام عطا فرمایا۔ آپ تمام نبیوں کے سردار، آپ وجہِ تخلیقِ کائنات، آپ خاتم النبیین اور رحمۃٌ للعالمین ہیں۔

آپ کی ہر شان نرالی ہے اور ہر خُوبی میں آپ بے مثال ہیں۔ جب سے نسلِ انسانی کا وجود دُنیا میں ظہور پذیر ہے اور آئندہ قیامت تک کے پیدا ہونے والے انسانوں میں اپنے کمالاتِ عالیہ اور اپنی صفاتِ حسنہ میں منفرد ہیں۔ اور اپنے احسانات میں جو زمان و مکان کی حدبسط سے باہر ہیں۔ ان میں آپ یکتا اور بے ہمتا ہیں۔ آپ کے احسانات میں سے ایک عظیم اور بے مثال احسان یہ ہے کہ آپ نے انسانیت کے شرف اور انسانیت کی عظمت کو علی وجہ الاتم دُنیا میں قائم فرمایا۔

انسانیت کے شرف اور عظمت کے قیام کے لئے آپ نے اعلیٰ درجہ کی تعلیم خدا تعالیٰ کی ہدایت اور وحی سے دُنیا میں پیش کی۔ آپ سے پہلے خاص خاندانوں، خاص قوموں اور خاص افراد کو تو معزز سمجھا جاتا تھا۔ اور قوانین بھی ایسے تھے جو ان کی ہی عزت و عظمت کے حافظ تھے۔ لیکن عمومی رنگ میں انسانیت کی عزّت اور شرف کے لئے قوانین نہ تھے۔ اگر تھے تو کُلّی طور پر ناقص۔ ہر انسان کو بحیثیت انسان قدر و عظمت سے دیکھنا ناپید تھا۔ اور اس کی عظمت کے لئے قوانین مفقود اور غیر مکمّل تھے۔ یہ شرف ہمارے سیّد و مولیٰ سردارِ دوجہاں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہی حاصل ہے کہ آپ نے دُنیا میں پہلی مرتبہ یہ اعلان کر کے انسانی عظمت اور انسانیت کے شرف کا بنیادی قانون جاری فرمایا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم

ہم نے ہر انسان کو بہت ہی اچھے انداز میں بہت ہی اچھی صورت کے ساتھ بہت ہی اچھے طور پر اور حسین اقدار کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ہر انسان صحیح فطرت پر پیدا کیا گیا ہے۔ کسی قوم کا فرد ہو۔ کسی قبیلہ کا فرد ہو۔ کسی خاندان کا فرد ہو۔ عرب ہو یا عجم حبشی ہو یا ترکی سب کے سب انسان خدا تعالیٰ کی نظر میں فی اَحْسَنِ تقویم کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ اس حقیقت کا اعلان کرتے ہوئے بڑے زور سے فرمایا:۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَم

کہ ہم نے آدم کے سب بیٹوں کو یاں سب انسانوں کو عزّت و تکریم کے لباس سے آراستہ کیا ہے اور بنی آدم ہونے کی حیثیت۔ انسانیت کے فرد ہونے کی حیثیت سے سب انسان عزّت و شرف کے مقام پر قائم ہیں۔ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ کیسا عظیم الشّان کارنامہ اور زبردست احسان ہے انسانیت پر۔ اس انسانیت پر جو آپ کے ظہور سے قبل دُکھی تھی۔ مقہور تھی۔ مجبور تھی۔ مطرود تھی۔ حقارت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ غلام اور آزاد میں تقسیم تھی۔ غلاموں کو جانوروں سے بدتر گردانا جاتا تھا۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا۔ عورتوں کو خریدا اور فروخت کیا جاتا تھا۔ اور عام دُنیاوی مال کی طرح اسے ورثہ میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ وہ ہر طرح سے ادنیٰ خیال کی جاتی تھی۔ بہت سی ایسی چیزیں جو انسان کے اپنے ہاتھوں کی بنی ہوئی تھیں۔ ان کے آگے سر جھکا کر انسانیت کو ذلیل گردانا جاتا تھا۔

الغرض انسانیت دُنیا کے ہر خطّے میں روندی جا رہی تھی۔ اس وقت انسانیت کے محسنِ اعظم ہمارے سیّد و مولیٰ ہم سب کی جانیں اور ہم سب کے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ نے اس دُکھی انسانیت کو محبّت و شفقت سے دیکھا اور آرام و سکون سے نوازا۔ ذلیل انسانیت کو عزّت و شرف بخشی۔ غلاموں کو آزادی کی نعمت سے متمتع کیا اور ہمیشہ کے لئے غلامی کی لعنت کو دُور کر کے انہیں آزادی کی دولت سے مالا مال کیا اور امیر و غریب کے فرق اور امتیاز کو ختم کر کے بھائی بھائی بنا دیا۔ اور جو پسماندہ گردانے جاتے تھے انہیں اٹھایا اور رفعت سے ہمکنار کیا اور دُنیا میں یہ قانونِ عام جاری کر دیا۔

لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْم

کوئی قوم کسی دوسری قوم کو کوئی طبقہ کسی دوسرے طبقہ کو کوئی گروہ کسی دوسرے گروہ کو نہ حقارت سے یاد کرے اور نہ ادنیٰ خیال کرے۔ ادنیٰ و اعلیٰ کے خیال کے تصوّر کو آپ نے مٹا دیا۔ انسانیت کی بلندی۔ اس کی عزّت اور اس کے احترام کے لئے بنیادی کام یہ کیا کہ توحید باری کی تعلیم دی۔ اور دلائل و شواہد سے اس بات کو ایک اور ایک دو کی طرح ثابت فرمایا کہ دنیا کا ایک خالق و مالک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے اور ہر عبادت کا سزاوار ہے اور دُنیا کی ہر ایک چیز اس کی مخلوق ہے اور انسان کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ دُنیا کی ہر چیز کا خدا کی تقدیر و تدبیر سے یہ فرض ہے کہ وہ کسی نہ کسی رنگ میں انسان کی خدمت بجا لائے۔ اس طرح انسان کو اللہ تعالےٰ کے محبوب رسولؐ نے یہ سمجھایا کہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ ہر چیز انسان کی خادم ہے، اور انسان اس کا مخدوم۔ بُت پرستی اور شرک کی نجاست کے گڑھے سے انسانیت کو آپ نے نکالا اور توحید کے مضبوط عقیدہ کے ذریعہ انسانیت کو مخدومیت کے مقام پر سرفراز کیا۔ توحیدِ باری کے ذریعہ انسانی اقدار اُجاگر ہوئیں اور پہلی دفعہ انسانیت کو یہ احساس کرایا گیا کہ عزّت و رفعت کے بلند مقام پر فائز ہے۔

ان الہٰی فرمانوں کے ساتھ انسانیت کے شرف و عزّت کو قائم کرنے کے جہاد کو آپ نے ہر طرح جاری رکھا۔ اور زندگی کے آخری لمحات تک اپنے اس عظیم احسان کی فراوانی سے انسانیت کو نوازتے رہے اور دُنیا میں یہ منادی کرتے رہے۔

احبّ الخلق الی اللہ من احسن الیٰ عیالہ

کہ خدا کے نزدیک تو وہی شخص محبوب اور برگزیدہ و پسندیدہ ہے جو خدا کے بندوں سے حُسنِ سلوک کرتا ہے اور اس کے بندوں سے نیکی کرتا ہے۔ ہمارے سیّد و مولیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ خدا کو وہ محبوب ہیں جو عربوں سے حُسن سلوک کرتے ہیں۔ خدا کو وہ محبوب ہیں جو اعلیٰ قوم کے لوگوں سے حُسنِ سلوک کرتے ہیں۔ خدا کے وہ محبوب ہیں جو مسلمانوں سے حُسن سلوک کرتے ہیں۔ بلکہ فرمایا تو یہ فرمایا کہ خدا کو وہ محبوب ہیں جو ہر انسان سے اور اس کے ہر بندہ سے حُسن سلوک کرتے ہیں۔

اس طرح ہمارے سیّد و مولیٰ نے یہ بات ذہن نشین کرائی کہ جو خدا کے بندوں سے اچھا سلوک کرتا ہے یعنی انسانوں کو قدر و عظمت سے دیکھتا ہے اور انسانیت کا احترام کرتے ہوئے ہر انسان کے ساتھ بھلائی کرتا ہے وہی خدا کا پیارا ہے۔ بغیر رنگ و نسل اور مذہب و عقیدہ کی تمیز کے ہر انسان سے نیکی کرنے والا ہی خدا کے حضور عزّت و محبوبیت کا درجہ پاتا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کی اس اعلیٰ و ارفع تعلیم سے ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک انسانیت کا مقام بہت اونچا اور بلند تھا۔ آپ نے صرف اعلیٰ تعلیم دینے پر ہی اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنے پاک عمل اور اپنے پاک نمونہ اور اپنے پاک اسوہ سے بھی انسانیت کی عظمت اور انسانیت کے شرف کو چار چاند لگا دیئے۔ آپؐ نے اپنی حیاتِ طیّبہ میں ہر موقعہ اور ہر محل پر انسانیت کے احترام کو قائم رکھا جنگوں میں، معرکوں میں انسانیت کو ذلّت سے بچایا۔ امن اور خوشی اور طاقت و قوت اور بے بسی اور کسمپرسی کی حالت میں بھی آنحضرتؐ اپنے کردار سے انسانیت کی عظمت پر آنچ نہیں آنے دی

کتبِ سیرت ان باتوں سے بھری پڑی ہیں جن سے یہ بات روزِ روشن کی طرح سامنے آتی ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ اپنے خدام کے ساتھ بیٹھ کر ایک ہی برتن میں اور ایک ہی پلیٹ میں کھانا کھا لیتے۔ اپنے خادموں کی ان کے کام کاج کی انجام دہی میں امداد فرماتے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو بڑے اور چھوٹے کو پہلے سلام کرتے اور جو کوئی ساتھ ہو لیتا کبھی اسے یہ احساس نہ ہونے دیتے کہ ایک ادنیٰ شخص کسی بلند مرتبہ والے شخص کے ساتھ جا رہا ہے۔ غلام و آقا، کالے اور گورے میں ذرا بھر بھی فرق نہ کرتے۔ حضرت انسؓ (جو لمبا عرصہ تک خدمت کی عزّت کا شرف رکھتے ہیں) بیان کرتے ہیں کہ دس برس تک میں نے حضورؐ کی خدمت کی۔ حضور نے اس سارے عرصہ میں ایک دفعہ بھی مجھے اُف تک نہیں کہا۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ آپؐ ان کو اپنے جیسا انسان سمجھتے اور انسانیت کا مقام اور اس کا احترام آپؐ کے دل میں کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس لئے آپؐ نے اعلان فرمایا۔

انّما انا بشرٌ مثلکم

مَیں بشر ہوں۔ ہاں ہاں تمہارے جیسا انسان ہوں۔ جہاں یہ بتانا مقصود تھا کہ بلحاظ انسانیت ہم ایک جیسے ہیں۔ وہاں یہ بھی بتانا مقصود تھا کہ نبوّت بھی اسے ملتی ہے جو انسانیت کی اعلیٰ اقدار کا حامل ہوتا ہے اور اس کے باوجود وہ انسان ہی رہتا ہے۔

ایک دفعہ بریرہؓ لونڈی (جو آزادی کی نعمت حاصل کر چکی تھی) کا اپنے خاوند مغیثؓ سے اختلاف ہو گیا۔ وہ خاوند کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے مغیثؓ کی سفارش کی۔ بریرہؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ آپ کا حکم ہے یا سفارش حضورؐ

نے فرمایا سفارش ! تو بریرہؓ نے عرض کیا حضورؐ مجھے مغیث کی حاجت نہیں۔ حضورؐ نے اس کی انسانیت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی انسانیت کے شرف کو کچلنا اور اس کی انسانیت کے جوہر کو روندنا پسند نہ فرمایا۔ اور فرمایا ٹھیک ہے۔ تم بھی انسان ہو۔ تمہارے بھی جذبات ہیں جب تم دیکھتی ہو کہ تمہارے جذبات کی تسکین کا انتظام مغیث سے نہیں ہو سکتا۔ تو تم کو کیسے مجبور کیا جا سکتا ہے۔

غریبوں کو لوگ دھتکارتے ہیں۔ ان سے کنّی کتراتے ہیں اور ان سے حقارت کا سلوک کرتے ہیں حالانکہ انسانیت کا عنصر سو فیصدی ان میں بھی ویسا ہی ہوتا ہے جیسے کہ امراء اور خوشحال انسانوں میں۔ حضورؐ نے فرمایا اور اپنے عمل سے اس کا مظاہرہ فرمایا

ابغونی فی ضعفائکم

کہ اگر تمہیں میری تلاش ہے۔ اگر میری توجہ اور میرے پیار کو چاہتے ہو۔ مجھ سے تعلّق کی تمنّا رکھتے ہو۔ تو پھر مجھے اپنے کمزور بھائیوں۔ کمزور انسانوں۔ غریب و محتاج اور دُکھی انسانیت کا لبادہ اوڑھنے والوں میں تلاش کرو۔ مَیں بہت جلدی تمہیں مل جاؤں گا۔ آپ کا عمل بھی اس کے مطابق ہی تھا۔ ایک تو اس طریق سے حضور نے غریب و امیر کے فرق کو جو انسانیت کے عدم احترام کے لحاظ سے کیا جاتا تھا مٹایا۔ دوسری طرف اس طبقہ کی خدمت اور نصرت میں اہتمام کرنے کی تلقین فرمائی۔ اسی ارشاد کی تفصیل میں فرمایا :۔

فانّما تُرزَقُون وَتُنصرُون بضُعَفائِکم (ترمذی)

کہ تم اگر غریب و کمزور و محتاج انسانوں کی خدمت کرو گے تو خداتعالیٰ تمہاری نصرت کرے گا۔ تمہیں رزقِ وافر سے نوازے گا اور تمہارے مال کو برکتوں سے معمور کر دے گا۔ کیونکہ تم نے دُکھی اور محتاج انسانوں کی امداد کی۔ اور ان کی ہمدردی کی۔ اور ان کی پریشانی کو دُور کر کے انسانیت کی لاج رکھی۔ اور ان کی عزّت و احترام کو محفوظ کیا۔ حضرت خدیجہؓ کی زبردست گواہی جسے تاریخ نے ریکارڈ کیا ہے۔ صاف بتلاتی ہے کہ کس طرح ہمارے سیّد و مولیٰ غرباء، فقراء اور بے بس انسانوں کے بوجھوں کو اٹھاتے تھے۔

تَحمِلُ الکَلَّ ۔ وَ تَکسِبُ المَعْدُوْمَ وَ تُعِینُ علی النوائبِ الحَقِّ

بخاری میں روایت ہے۔ ایک شخص حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہُوا۔ اور حضور کے جلال اور رُعب سے لرز گیا۔ جانتے ہو ہمارے سیّد و مولیٰ اور محسنِ انسانیت اور رحمۃٌ للعالمین کا کیا ردِّ عمل تھا فرمایا :۔

هَوِّنْ علیكَ فانی لَسْتُ بملكٍ انّما انا ابنُ امرأةٍ من قریشٍ كانت تاکل القدید ۔

بھائی گھبراؤ مت۔ اطمینان رکھو مَیں کوئی بادشاہ نہیں۔ مَیں قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھا کر گذارہ کر لیا کرتی تھی۔

کمزور انسانوں کا آپ سہارا بن جاتے۔ اور انہیں تسلّی دے کر انسانیت کے ارفع و اعلیٰ مقام سے روشناس ہی نہ کراتے بلکہ اس اعلیٰ مقام پر انہیں متمکّن کرتے۔ اللہ اللہ آپؐ کی کیا شان تھی۔

انسانوں کے دُکھوں کو دیکھ کر آپؐ تڑپ اُٹھتے۔ اور بے چین ہو جاتے۔ جب تک مداوا نہ کر لیتے چین نہ آتا۔ ایک دفعہ کا ذکر

ہے۔ مکّہ میں سخت قحط پڑا حتّٰی کہ لوگوں نے مُردار اور ہڈیاں تک کھانی شروع کر دیں۔ ابوسفیان جو ہمارے سیّد و مولیٰ کا ابھی تک دشمن تھا حضور کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور کہنے لگا۔ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم، آپ تو صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ کی قوم (جو آپ کی دشمن تھی) ہلاک ہُوا چاہتی ہے۔ اور قحط نے انہیں بدحال کر دیا ہے۔ خدا سے دُعا کیجئے۔ انسانیت کے محسنِ اعظم اور بنی نوع کی خیرخواہی اور صلہ رحمی کے دلی خواہاں نے فوراً دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور اپنے خالق و مالک سے بارش کے لئے الحاح سے دُعا کی۔ بخاری میں روایت ہے کہ اُس وقت حضور کی دُعا کی برکت سے خُوب بارش ہوئی اور قحط کے آثار دُور ہو گئے۔ اور خدا کے غریب اور عاجز بندوں۔ بھُوکے انسانوں سے بہت بڑی مصیبت جو انہیں ہلکان کر رہی تھی ٹل گئی۔ یہ صرف اور صرف اس وجہ سے تھا کہ حضور کے دل میں انسانیت کی عظمت۔ انسانیت کی ہمدردی کا ایک چشمہ موجزن تھا۔ آپ کسی انسان کو دُکھی دیکھ نہ سکتے تھے۔ خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ غیر ہوں یا اپنے بلا تمیز رنگ و نسل۔ بلا تمیز مذہب و عقیدہ ہر انسان کی خیرخواہی اور ہمدردی محض اور محض انسانیت کے شرف کی وجہ سے آپ کی بعثت کا خصوصی مشن تھا۔ جس کی تکمیل کے لئے آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک کوشاں رہے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ نجد سے مکّہ میں غلّہ آیا کرتا تھا۔ اور اس طرح مکّہ والوں کی خوراک کی ضروریات کا بہت بڑا حصّہ نجد کے غلّہ سے پُورا ہوتا تھا۔ مکّہ والوں کی دشمنی اور مخالفت جو حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم سے انہیں تھی اس کے باعث نجد میں مقیم ایک صحابی جو اس علاقہ کے رئیس اور صاحبِ حیثیت تھے۔ جن کا نام ثمامہ بن اُثال تھا۔ انہوں نے نجد سے مکّہ غلّہ بھجوانا بند کر دیا۔ مکّہ والے تڑپ اُٹھے اور اس بے چینی کے باعث ان کا ایک وفد حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپؐ کو جب اس صورتِ حال کا علم ہُوا تو آپؐ بے چین ہو گئے۔ آپؐ نے فوری طور پر ثمامہ بن اُثال کو ہدایت بھجوائی کہ غلّہ نہ روکا جائے۔ اور اس حرکت سے انہیں منع فرما دیا۔ اس طرح مکّہ کے دشمنوں کو خون کے پیاسوں کی بھوک کو سیری سے بدل دیا۔

میرے معزز دوستو! غور کرو۔ ایک طرف دشمنوں کا گروہ ہے جو ہر آپ کو اور آپ کے مشن کو نابود کرنے کے درپے ہے۔ لیکن جب بطور تادیب ان کے پیٹ کاٹنے کے لئے ایک مسلمان صحابی و رئیس قدم اٹھاتا ہے تو آپ اسے اس اقدام سے روک دیتے ہیں۔ اور اسے انسانیت، انسانی ہمدردی اور انسانی روا داری کے خلاف قرار دیتے ہوئے غلّہ بھجوانے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ اللہ! اللہ! یہ کس شان کا نبی تھا۔ جو اپنے دشمنوں کو بھی بھوکا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

مومنوں اور کافروں کے درمیان معرکہ آرائی میں اور جنگ و جدال میں جب کفّار قیدی ہو کر آئے۔ دُنیا کے عام رواج کے مطابق ان کے سابقہ ظالمانہ طریق کو مدّ نظر رکھتے ہوئے انہیں زجر و توبیخ اور دیگر تادیبی سلوک کرنے میں بظاہر کوئی روک نہ تھی۔ مگر محسنِ انسانیت نے اس بات کو کبھی پسند نہ فرمایا کہ ان پر کوئی زیادتی کی جائے بلکہ اس بات کا حکم دیا کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جنگِ بدر کے قیدی جب حضور علیہ السلام کے خدّام اور صحابہ کے قبضہ میں آئے تو انہوں نے اس اعلیٰ درجہ کا سلوک کیا کہ قیدی بے اختیار کہہ اُٹھے۔ خدا مسلمانوں کا بھلا کرے اور ان پر رحم کرے کہ وہ اپنے

اہل وعیال سے زیادہ اچھا ہمیں کھلاتے اور اپنے کنبہ سے زیادہ ہمارے آرام کا خیال رکھتے تھے۔ یہ صرف اور صرف اس لئے تھا کہ ہمارے سیّد ومولیٰ حضرت خاتم النبیّین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم نے اپنے خدّام کے دلوں میں انسانیت کی عظمت اور خیر خواہی کا بے پایاں جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ جس کے باعث وہ سب انسانوں کا احترام کرتے۔ حتّٰی کہ دشمن قیدیوں کا بھی جو ان کو دُنیا سے مٹانے کی خاطر میدانِ جنگ میں آئے تھے۔ انہیں بھی اپنے جیسا کھلاتے اور پلاتے۔ بلکہ بعض اوقات خود بھوکا رہتے اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے۔

اللہ اللہ! یہ کیسا عظیم اور دلکش نظارہ ہے انسانیت کے احترام کا۔ انسانیت کی عظمت اور خیر خواہی کا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیم وتربیت کے نتیجہ میں آپ کے خدّام پیش کرتے رہتے تھے۔ اور دشمن بھی اعتراف کرتا تھا۔ اور دل کھول کر داد دیتا تھا۔

ہمارے سیّد ومولیٰ ہر آن اس فکر میں رہتے تھے کہ انسانیت ہر قسم کی ذلّت سے محفوظ رہے۔ اس وجہ سے آپ کو یہ بات بہت بے چین رکھتی کہ لوگ مانگتے پھریں۔ اور اپنے جیسوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اس لئے فرمایا کہ اگر کوئی شخص جنگل کی لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر اُٹھا کر لایا کرے اور پھر اسے بیچ کر روزی کمایا کرے تو یہ اس کے لئے بہت بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگ کر کھائے۔

ایک صحابی نے اپنے غلام کو مارا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ تمہارے بھائی ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے تمہارے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ جو خود کھاؤ وہ انہیں کھلاؤ۔ جو خود پہنو انہیں پہناؤ۔ نہایت شدت سے اس بات سے روکا کہ کوئی انسان دوسرے انسان کو خواہ وہ کیسا ہی ادنیٰ درجے کا کیوں نہ سمجھا جاتا ہو۔ غلام نہ کہے کیونکہ ہم سب خدا کے غلام ہیں۔

آپ کسی کام کو بھی۔ کسی پیشہ کو بھی انسانیت کے احترام کے خلاف نہ سمجھتے۔ بلکہ اس بات کو بہت پسند فرماتے کہ لوگ محنت کریں اور مختلف فنوں میں مہارت پیدا کریں۔ اور اپنے ہاتھ سے کام کرکے کمائیں۔ خواہ اس کے لئے انسان کو کیسے ہی حالات میں سے گذرنا پڑے۔ بعض کاموں میں انسان کے کپڑے میلے ہو جاتے ہیں۔ بعض میں ہاتھ خراب ہو جاتے ہیں۔ لوگ ان سے دُور دُور رہتے ہیں۔ ایسا ہی ایک مزدور انصار میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی طرف چلا آ رہا تھا۔ اس نے حضورؐ سے مصافحہ کیا۔ حضور کو اس کے ہاتھ میں کھردرا پن نظر آیا۔ حضور نے پوچھا یہ نشان کیسے ہیں۔ عرض کیا حضورؐ نعل بندی کا کام کرتا ہوں۔ بال بچوں کا پیٹ پالتا ہوں۔ اس کے بعد جانتے ہو کیا ہوا۔ اللہ اکبر۔ حضور نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور فرمایا

ھٰذہٖ یدٌ لا تمسھا نارٌ — یہ ایسا ہاتھ ہے کہ جسے آگ ہرگز مَس نہ کرے گی!۔

یہ کیوں! اس لئے کہ آپ نے یہ محسوس کیا کہ اس شخص نے خود کام کرکے اپنے ہاتھوں سے محنت کرکے انسانیت کے شرف کو قائم رکھا اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے انسانیت کو ذلّت سے بچایا۔ آپ کا اسے پیار کرنا اس بات کا زبردست ثبوت تھا کہ آپ ہر کام کرنے والے کو عزّت سے دیکھتے کیونکہ وہ اس طرح انسانیت کے شرف کو قائم رکھنے کا باعث بنتا۔

انسانیت کو تباہی وبربادی سے بچانے اور عزّت وشرف سے نوازنے کے لئے آپ کی تڑپ ایک خاص شان رکھتی ہے۔ جو اپنی جگہ لا مثال ہے۔ جنگِ اُحد میں کئی صحابہ شہید ہو گئے تھے۔ حضرت حمزہؓ آپؐ کے چچا بھی شہید ہوئے۔ اور دشمنانِ اسلام نے

آپ کا مُثلہ بھی کیا۔ خود ہمارے سیّد و مولیٰ بھی زخمی ہوئے اور دشمنوں نے اپنی طرف سے دشمنی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور موقعہ پر ہی بعض صحابہ نے آپ سے عرض کیا حضور ان دشمنانِ اسلام مشرکوں کے لئے بد دُعا کریں۔

میرے عزیزو! اور دوستو! جانتے ہو اس نازک مرحلہ پر ہمارے سیّد و مولیٰ انسانیت کے محسنِ اعظم نے کیا طریق اختیار کیا؟ آپ نے فرمایا:۔

انیّ لم اُبْعَثْ لَعّانًا و لکن بُعِثْتُ دَاعیًا و رحمةً اللّٰھُمّ اھد قومی فانّھم لا یعلمون

مَیں انسانیت کو تباہ و برباد کرنے اور ذلیل و رسوا کرنے کے لئے نہیں آیا۔ مَیں خدا تعالیٰ کی عطا کردہ عزّت جو فطری طور پر انسانیت کو دی گئی ہے اس کو قائم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اس کے لئے رحمت بن کر آیا ہوں اور اس کی عزّت و شرف میں نیا اور خوبصورت رنگ بھرنے آیا ہوں اور پھر دُعا کی تو یہ کی کہ اَے خدا ان انسانوں کو توفیق دے کہ وہ اپنی انسانیت کو تباہ ہونے سے بچالیں اور تیرا قربِ پاکر مزید عزّت و شرف حاصل کرنے والے ہوں۔

ایسے ہی ایک موقعہ پر اُس زمانہ میں آپ کے ایک صحابی حضرت خبّاب بن الارت نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ دشمنوں کے حق میں بددُعا کیجئے۔ یہ سُن کر حضور کا چہرہ مبارک سُرخ ہوگیا (بخاری)۔ طائف کا دردناک سانحہ یاد کیجئے۔ اوباشوں نے سنگ باری کی پیشانی زخمی ہو گئی مگر فرمایا تو یہ اللّٰھمّ اھد قومی فانّھم لا یعلمون۔

الغرض محسن انسانیت کی ہر وقت کی یہ دلی تڑپ تھی کہ انسانیت غضبِ الٰہی سے بچ جائے اور یہ درد یہ سوز ایسا تھا جو آپ کی جان کو ہلکان کئے ہوئے تھا جس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے گواہی دی:۔

لَعَلّکَ بَاخِعٌ نفسَکَ اَلاّ یکونو المومنین (شعراء)

یہ آیت آپ کی انسانی ہمدردی اور خدا کے بندوں کی عمومی بھلائی ان کی اصلاح کے فکر و غم کے وسیع عنوان کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ یہ وہ آسمانی شہادت ہے جو ہمارے آسمانی خدا نے بآوازِ بلند اپنے عرش سے دی کہ ہمارا محبوب رسول اور برگزیدہ نبی انسانیت کی عظمت اور انسانیت کے احترام کے لئے ہر وقت کوشاں ہے۔ اور اس فکر میں وہ اس قدر بے چین ہے کہ قریب ہے کہ اپنے آپ کو اس وجہ سے ہلاک کرلے کہ کہیں انسانیت ذلّت و رسوائی اور تباہی و بربادی کے گڑھے میں نہ جا گرے۔

ربّ العرش نے آپ کی اس بے چینی اور بے قراری کا ایک اور آیت میں بھی ذکر فرمایا:۔

عزیزٌ علیہ ماعنتّم حریص علیکم (التوبہ)

اس آیت کریمہ میں سب انسان مخاطب ہیں۔ مُسلم و غیرمُسلم دونوں ہی مخاطب ہیں۔ ان سب کو بتایا کہ تمہارا کسی تکلیف میں پڑنا ہمارے رسول کے لئے دُکھ و اذیّت کا باعث ہوتا ہے۔ غیرمُسلموں کو بتایا کہ باوجود تمہاری ساری ایذا دہی اور مخالفت کے ہمارے برگزیدہ اور مقبول نبی کا دل جو انسانی ہمدردی سے لبریز ہے۔ تمہاری تکلیف سے رنجیدہ اور تمہارے غم سے غمگین

ہوتا ہے۔ ہمارے محبوب ومقبول رسول کے دل میں انسانی ہمدردی اور انسانی اخوت کا ایسا چشمۂ شیریں رواں ہے کہ تمہاری ساری مخالفت بھی اس کو گدلا کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔ سبحان اللہ۔ ما اعظم شانہ۔

یہ بھی ہمارے سیّد ومولیٰ حضرت رسول اکرم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کی شان کہ انسانیت کی ہر لمحہ اور ہر موقعہ پر آپ نے حفاظت فرمائی۔ اس کی عزت کو برباد ہونے سے بچانے کی سعی دپیہم کی۔ اس کی رفعت وعظمت کو اُجاگر کرنے کی مسلسل جدّوجُہد کی اور اس کے احترام کو قائم ودائم کرکے دکھا دیا۔ جس انسانیت کو زندہ درگور کیا جاتا اور اسے ذلّت کے اتھاہ گڑھے میں گرایا جاتا تھا۔ اسے عظمت بخشی اور اسے عزّت ورفعت کا مقام عطا کیا۔ ہمارے سیّد ومولیٰ نے انسانیت پر ہر قسم کے جبر واکراہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا اور اعلان فرمایا:۔

لکم دینکم ولی الدین ۔ تمہارا اپنا نکتہ نگاہ ہے۔ میرا اپنا نکتہ نظر۔

اور یہ اس وجہ سے تھا کہ تا انسانیت کا شرف اور عظمت کے باعث ہر کوئی انسانی اقدار کا خاص خیال رکھے۔ تا انسانیت آزادی کے ساتھ پنپ سکے۔

ہمارے محبوب آقا اور سیّد ومولیٰ کا یہ بھی طریق مبارک تھا کہ فرض عبادت کو چھوڑ کر نفلی عبادت بالعموم چھپ کر اور خلوت میں ادا کرتے تاکہ انسانوں پر جو اگرچہ آپ کے حلقۂ اطاعت میں شامل ہوگئے شاق نہ ہو اور ان پر بوجھ نہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب کسی معاملہ کے بارہ میں دو صورتیں سامنے آتیں تو حضور کا طریق تھا کہ آسان صورت اختیار فرماتے (بخاری) تا انسانوں کو مالا یطاق تکلیف نہ ہو۔

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور وعظ ونصیحت کبھی کبھی فرمایا کرتے تا لوگ اُکتا نہ جائیں۔

ہمارے سیّد ومولیٰ کے سامنے انسانی اقدار ہوتیں اور ان کے پیشِ نظر آپ ایسا طریق اختیار فرماتے کہ انسانی اقدار دب نہ جائیں اور اس طرح انسانیت کو ضعف نہ پہنچے۔ بلکہ انسانیت کا جوہر اُجاگر ہو۔ روشن ہو۔ اور تابندگی سے بہرہ ور ہو۔

میرے عزیزو! اُس تاریخی اور بے مثال نظّارہ پر بھی غور فرمائیں جو مکّہ کی فتح کے بعد دُنیا نے دیکھا اور آج تک دُنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز وقاصر ہے۔ انسانی ہمدردی۔ انسانی خیر خواہی اور انسانی عظمت اور اقدار اور شرف کے قیام کا کیسا شاندار وہ نظّارہ تھا۔ انسانیت کو کسی خوبصورت انداز میں رفعت بخشی کہ مکّہ کے وہ لوگ جنہوں نے خدا کے محبوب رسول اور ہمارے سیّد ومولیٰ کو تیرہ برس تک لگاتار دُکھوں کی چکّی میں پیسا تھا۔ جنہوں نے آپ کے ساتھیوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا تھا۔ جنہوں نے آپ کو اپنے محبوب گھر سے بے گھر کیا تھا۔ جنہوں نے تیرہ سال کے ظلموں پر بھی اطمینان کا سانس نہ لیا تھا۔ اور ہمارے سیّد ومولیٰ کے مدینہ چلے آنے کے بعد بھی آپ کو آپ کے ساتھیوں کو، آپ کے مشن کو نابود کرنے کی کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی۔ جب ان ظالموں اور سفّاکوں پر ہمارے سیّد ومولیٰ نے خدائی تقدیر اور ربّ العرش کی محکم تدبیر سے فتح عظیم پائی اور مکّہ کے لوگ۔ ہاں ظالم وستم شعار لوگ بے دست وپا ہوکر ہمارے محبوب اور خدا کے مقبول رسول کے ساتھ حاضر ہوئے اور وہ اپنے ظلم وستم کا باعث

یہ سمجھ رہے تھے کہ اب ان کی تکّا بوٹی ہونے والی ہے اور ان کے ظلموں کی ان کو المناک سزا دی جانے والی ہے جس کے وہ ہر طرح مستحق تھے۔ صرف اور صرف خدائے بزرگ و برتر کے عطا کردہ مشن کے باعث ان سب کو رحمۃٌ للعالمین نے

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ

کہہ کر معاف کر دیا اور یہ فرمان جاری فرمایا کہ جاؤ تمہارے قصوروں کو معاف کیا جاتا ہے۔ تمہارے لئے کسی قسم کی ڈانٹ ڈپٹ تک بھی روا نہیں رکھی جاتی اور تمہیں آزاد کیا جاتا ہے۔

یہ اعلانِ معافی، یہ اعلانِ رحمت و شفقت، یہ اعلان خیر و برکت محض اور محض اس وجہ سے تھا کہ انسانیت کو عزّت و شرف سے نوازنا چاہتے تھے۔ اور رحمت کے چشمہ سے انہیں سیراب کرنا چاہتے تھے۔ بالآخر آپ کے اس اعلانِ عفو و احسان نے فی الواقعہ انہیں ذلّت کے گڑھے سے نکال کر انسانی عزّت کے اُونچے مینار پر لا کھڑا کیا۔ دُنیا نے اس انقلاب کو دیکھا اور خُوب دیکھا اور بھر پُور اعتراف کیا۔ ؎ وَاھًا لِاِعْجَازٍ۔

ہزاروں اور لاکھوں سلام اس مجسّم رحمت و شفقت محسنِ انسانیت پر جس نے انسانیت کی عظمت اور شرف کی ہر آن حفاظت کی اور آئندہ کے لئے ایسی تعلیم و اسوہ دیا جس کی پابندی سے ہمیشہ ہمیش کے لئے انسانیت کی عزّت اور شرف کو قائم رکھے جانے کا محکم نظام قائم ہو گیا۔ خدا کرے کہ اس بابرکت اور مقدس نظام کی حفاظت ہم اور ہماری آئندہ نسلیں اپنے پاک نمونہ اور پاک عمل سے کرتی چلی جائیں۔ آمین یا ربّ العالمین۔

ناظمین اضلاع انصاراللہ توجہ فرمائیں

صف دوم انصاراللہ کے سالانہ لائحہ عمل میں شق ۵ حسب ذیل ہے:۔

"ہر سہ ماہی میں کسی ایک دن (جو مقامی طور پر موزوں ہو) ضلع کے صدر مقام پر جائیں۔ ناظم ضلع اس کا پروگرام تجویز کریں گے۔ مقامی مجالس اس کے مطابق اس پر عمل کریں گی۔"

پہلی سہ ماہی ختم ہو چکی ہے۔ ناظمین اضلاع جائزہ لیں کہ اس شق پر کس حد تک عمل ہوا۔ اور اس کی اطلاع مرکز میں بھجوائی جائے۔ جزاکم اللہ۔

(نائب صدر صف دوم انصاراللہ مرکزیہ)

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیّہ کا عشق خداوند تعالیٰ سے

مکرم مولانا روشن دین صاحب ربوہ

عشق کے معنے

عشق کا لفظ عربی زبان کا ہے۔ اس لئے عربی زبان کے لحاظ سے اس لفظ کے معنے درج ذیل ہیں کہ :-
عشق به قلبه۔ تعلق به (محبّت کی وجہ سے) اس کے ساتھ دل کا تعلّق پیدا ہوگیا۔ عشق بالشیئ لصق به۔ چمٹ گیا۔ اس کا مصدر عِشْقٌ آتا ہے جس کے معنے افراط الحب کے ہیں۔ یعنی بہت زیادہ محبّت کرنا۔

آپ کی خداوند تعالیٰ سے شدید محبّت

مضمون کے عنوان کے مطابق روزِ روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ حضور کو اپنے خدا سے شدید محبّت تھی۔ جیسا کہ مومنوں کی نشانی یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ کو ہر جگہ اور ہر آن مقدم رکھتے ہیں۔ والذین امنوا اشد حبًّا لِلّٰہِ۔ کہ مومن لوگ خدا تعالیٰ کی محبت کو مقدّم رکھتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی خاطر ہر ممکن قربانی کرنا اپنا مقصدِ حیات یقین کرتے ہیں۔ اس محبّت کے شدید جذبہ کو عربی زبان میں بدیں کلمات بیان کیا گیا ہے کہ حبّك شيئًا يُعمى و يُصم کہ اس محبت کی وجہ سے انسان اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے۔ بلفظِ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ عاشق کا اُٹھنا بیٹھنا اور اوڑھنا بھی معشوق ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یاد تمثیلی رنگ میں

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیّہ ایک عمدہ اور دلرُبا تمثیل کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے اپنے عشق و محبت کا اظہار کرتے ہوئے مندرجہ ذیل کلمات رقمطراز ہیں کہ :-

"میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ مَیں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے۔ اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے۔ اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہُوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے۔ اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر مَیں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اُس شخص سے زیادہ

دولت مند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دُنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ میرا کیا ہے؟ سچا خدا اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے۔ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اس پر لانا۔ اور سچی محبت کے ساتھ اُس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پاکر سخت ظُلم ہے کہ مَیں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں۔ اور وہ بھوکے مَریں۔ اَور مَیں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا دل ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہے۔ ان کی تاریکی اور تنگ گزرانی پر میری جان گھٹتی جاتی ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے اُن کے گھر بھر جائیں۔ اور سچائی اور یقین کے جواہر ان کو اتنے ملیں کہ ان کے دامنِ استعداد پُر ہو جائیں"۔ (اربعین ۱۔ اوّل ص۳۲)

غم کے وقت بھی خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ تھا

جب خداوند تعالیٰ کی طرف سے یہ معلوم ہوُا کہ آپ کے والد بزرگوار کی وفات عنقریب ہونے والی ہے تو آپ کا مغموم ہونا لازمہ بشریت تھا۔ کیونکہ آمدن کے ذرائع جو آپ کے ساتھ وابستہ تھے۔ لازماً بند ہو جائیں گے تو اس وقت مزید تکلیف کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ اور جبکہ حالات ایسے ناگفتہ بہ تھے۔ اَور آپ نے سب دُنیا کے کاروبار کو تیاگ دیا ہوُا تھا۔ پھر سونے پہ سہاگہ یہ کہ اگر کوئی سروس آپ کو پیش کی جاتی تو آپ صاف الفاظ میں جواب دیتے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک سکھ زمیندار حضور کے والد ماجد سے ملنے کے لئے آیا تو آپ کے والد ماجد نے اُس کے ذریعہ حضرت اقدس کو پیغام بھیجا۔ کہ آجکل ایک صاحب اقتدار آفیسر میرا واقف ہے۔ اور اس ساتھ میرے گہرے دوستانہ تعلّقات ہیں۔ اگر تمہیں خواہش ہو۔ تو اس آفیسر کو کہہ کر تمہیں اچھی ملازمت دلا سکتا ہوں۔ چنانچہ وہ سکھ دوست حضور کے پاس آیا۔ اور آپ کے والد صاحب کا یہی پیغام دربارہ نوکری آپ کو پہنچایا اور ساتھ ہی کہا۔ اچھا موقعہ ہے۔ اس کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت والد صاحب سے عرض کردو۔ کہ مَیں ان کی محبت اور شفقت کا ممنون ہوں مگر

"میری نوکری کی فکر نہ کریں۔ مَیں نے جہاں نوکر ہونا تھا۔ ہو چکا ہوں"۔

وہ سکھ حیران و ششدر واپس آیا۔ اور بتلایا کہ آپ کے بچے نے یہ جواب دیا ہے کہ "مَیں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں"۔ اس فقرہ کو پہلے تو وہ سکھ صاحب سمجھے ہی نہیں۔ مگر جب یہ جواب من وعن آپ کے والد ماجد کو بتایا گیا۔ تو آپ کی طبیعت چونکہ نقطہ رس تھی۔ تو انہوں نے ذرا ٹھہر کر یہ کہا کہ اگر غلام احمد نے یہ کہا ہے کہ مَیں تو نوکر ہو چکا ہوں۔ تو پھر خیر ہے۔ اللہ اُسے ضائع نہیں کرے گا۔

اندریں حالات لازمہ بشریت کے سبب اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد تنگی و ترشی سے دو چار ہونا تھا۔ مگر اسلام کا خدا بڑا وفادار خدا اور قدر شناس ہے۔ اُس نے آپ کے والد صاحب کی وفات سے پہلے ہی تعزیت کے طور پر یہ الہام نازل فرمادیا تھا۔ کہ "اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ" (ترجمہ) کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو کافی نہیں یعنی ضرور کافی ہے۔

کفالت کا اظہار:۔ کفالت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ابتدائی ایّام میں جبکہ آپ مسجد میں یا اپنے چوبارہ میں ذکرِ الٰہی۔ نماز و روزہ

اور تلاوت قرآن کریم میں مصروف ہُوا کرتے تھے۔ تو گھر سے کھانا عورتیں دستر خوان کا بچا کھچا اور روکھا سوکھا بھجوایا کرتی تھیں۔ اور گھر کے نوکر گھر میں بھی آپ کو مسیتڑ کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ ان ابتدائی ایّام کو بعد میں اپنے ترقی کے زمانہ میں نہایت ہی شکر بھرے انداز میں حضور نے پیش کیا ہے۔ جس کا ذکر مندرجہ ذیل اشعار میں احسن پیرایہ میں کیا ہے کہ :-

لفاظت الموائد کان اُکُلی　　وصرتُ الیوم مطعام الاھالی

یعنی ایک زمانہ تھا کہ میری خوراک دستر خوان کے بچے کھچے ٹکڑے ہوا کرتے تھے۔ مگر آج میرے دستر خوان پر خاندانوں کے خاندان پرورش پا رہے ہیں۔

کیوں نہ ہو۔ جو خدا کا ہو جاتا ہے۔ خدا بھی اس کا ہو جاتا ہے۔ آپ نے کیا ہی خوب ایک اردو شعر میں تحریر فرمایا ہے کہ ؎

تجھے دُنیا میں ہے کس نے پکارا　　کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کا سہارا　　کہ جس کا تو ہی ہے سب سے سہارا

خُدا تعالیٰ کے لئے اپنی اولاد کی قربانی

جس کا ذکر حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے الفاظ میں یوں درج ہے کہ :-

" مجھ کو یاد ہے کہ شاید عرصہ تین ماہ یا کچھ کم و بیش ہُوا ہے کہ اس عاجز کے فرزند نے ایک خط لکھ کر مجھ کو بھیجا۔ کہ مَیں نے جو امتحان تحصیل داری کا دیا ہے۔ اس کی نسبت دُعا کریں کہ پاس ہو جاؤں۔ اور بہت انکسار اور تذلّل ظاہر کیا کہ ضرور دُعا کریں۔ مجھ کو یہ خط پڑھ کر بجائے رحم کے غصّہ آیا کہ اس شخص کو دُنیا کے بارے میں کس قدر ہم و غم ہے۔ چنانچہ اس عاجز نے وہ خط پڑھتے ہی بتمام تر نفرت و کراہت چاک کر دیا۔ اور دل میں کہا کہ ایک دنیوی غرض اپنے مالک کے سامنے کیا پیش کروں۔ اس خط کو چاک کرتے ہی الہام ہُوا کہ " پاس ہو جائے گا۔" اور وہ عجیب الہام بھی اکثر لوگوں کو بتلایا گیا۔ چنانچہ وہ لڑکا پاس ہو گیا فالحمد للہ۔" (تذکرہ دوسرا ایڈیشن صـ۱۲۴)

راستہ خطرناک ہے

جب حضور خدا تعالیٰ کے لئے ہو گئے۔ تو خدا تعالیٰ نے ہر جگہ راہنمائی فرمائی۔ اگر سفر میں کوئی خطرہ درپیش ہونے والا ہوتا۔ تو فرماتا کہ اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ کو اختیار کرو۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ قادیان سے براستہ بٹالہ گورداسپور جا رہے تھے۔ تو آپ خیریت گورداسپور پہنچ گئے۔ مگر واپسی کے وقت بھی آپ کا ارادہ تھا کہ گورداسپور سے براستہ بٹالہ قادیان پہنچیں۔ مگر جب آپ اسی راستہ کو اختیار کرنے والے تھے تو خداوند تعالیٰ نے اطلاعًا بٹالے والا راستہ اختیار کرنے سے روک دیا۔ چنانچہ تذکرہ دوسرا ایڈیشن صـ۸۴۷ کے مندرجہ ذیل کلمات ہیں کہ :-

" یہ واقعہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۴ء کا ہے۔ (میاں اللہ یار صاحب ٹھیکیدار بٹالوی نے بواسطہ مولوی غلام نبی صاحب مصری) بیان کیا کہ مقدمہ گورداسپور کی کارروائی سے فارغ ہونے کے بعد جب حضرت مسیح موعود ...... واپس ہونے لگے تو حضور کو کشف یا الہام ہوا کہ " راستہ بٹالے والا خطرناک ہے۔"

اس لئے حضور نے حکم دیا کہ یکے لاؤ۔ اُس وقت تین یکے لائے۔ (اور راستہ بدل کر چل پڑے)۔ اس وقت حضور نے فرمایا یہی وجہ راستہ بدلنے کی ہے۔ حضور کچی سڑک پر قادیان پہنچے۔ اور ادھر ایک رتھ حضور کی خاطر بٹالہ بھیجا گیا تھا۔ بجائے حضور کے سوار ہونے کے اور لوگ رتھ میں سوار ہوئے۔ اُن میں ایک شیخ یعقوب علی صاحب تھے۔ جب پُل پر پہنچے۔ تو پُل پر ایک بناوٹی میلہ مخالفوں نے بنا رکھا تھا جس میں مسانیاں بٹالہ کے مخالف تھے۔ انہوں نے یہ مشورہ کیا کہ جب مرزا صاحب پُل پر پہنچیں گے تو پُل کے مغربی سمت کے لوگ اور مشرقی سمت کے لوگ پُل پر ہی پکڑ لیں گے اور نہر میں پھینک دیں گے ...... جب بٹالہ سے رتھ روانہ ہو کر پُل کے قریب آیا تو مخالف حسب مشورہ دوڑ کر رتھ پر پڑ گئے ...... اور حملہ کیا۔ اور جب دیکھا کہ رتھ مرزا صاحب سے خالی ہے۔ اور سوار اور لوگ ہیں تو انہوں نے ابتدائی ضربوں پر افسوس کیا۔"

بیماری کا علاج

حضرت اقدس بیمار ہوتے تو خداوند تعالیٰ کی طرف سے ازراہِ شفقت اور مہربانی علاج کے سامان بھی پیدا ہو جاتے۔ یا پھر ڈاکٹری علاج کے خلاف وہی ضرر رساں چیز مفید اور فائدہ مند اور بیماری کے دُور کرنے کا باعث ہو جاتی۔ چنانچہ تذکرہ دوسرا ایڈیشن صفحہ ۵۸۰ پر بدیں کلمات درج ہیں کہ :-

"حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خُطبہ جمعہ میں فرمایا :-

" ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود ...... کو شدید کھانسی ہوئی اور بعض اوقات ایسا لمبا اُچھو آتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ سانس رُک جائے گا۔ اس حالت میں باہر سے کوئی دوست آئے۔ اور تحفہ کے طَور پر پھل لائے۔ مَیں نے تو وہ حضور کے سامنے پیش کر دیئے۔ آپ نے انہیں دیکھا اور فرمایا۔ کہدو۔ جزاک اللہ۔ اور پھر ان میں سے کوئی چیز غالباً کیلا تھا۔ اٹھایا اور فرمایا کہ یہ کھانسی میں کیسا ہوتا ہے۔ مَیں نے کہا۔ اچھا تو نہیں ہوتا۔ مگر آپ مسکرا پڑے۔ اور چھیل کر کھانے لگے۔ مَیں نے پھر عرض کیا کہ کھانسی بہت سخت ہے۔ اور یہ چیز کھانسی میں اچھی نہیں۔ آپ پھر مُسکرائے۔ اور کھاتے رہے۔ مَیں نے اپنی نادانی سے پھر اصرار کیا۔ کہ نہیں کھانا چاہیئے۔ اس پر آپ پھر مسکرائے اور کھاتے رہے۔ مَیں نے اپنی نادانی سے پھر اصرار کیا۔ کہ نہیں کھانا چاہیئے۔ اس پر آپ پھر مسکرائے۔ اور فرمایا۔ مجھے ابھی الہام ہُوا ہے کہ " کھانسی دُور ہو گئی ہے۔" چنانچہ کھانسی اسی وقت سے دُور ہو گئی۔"

(الفضل جلد ۳۰ نمبر ۱۶۴ مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۴۲ء صفحہ ۳)

حضرت اقدس خداوند تعالیٰ سے بدیں کلمات ہمکلام ہوتے ہیں۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کیسے عشق و محبّت بھرے کلمات دعائیہ خداوند تعالیٰ کے حضور عاجزانہ رنگ میں پیش کرتے ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں :۔

"مَیں ان نشانوں کو شمار نہیں کر سکتا۔ جو مجھے معلوم ہیں۔ مگر دُنیا انہیں نہیں دیکھتی لیکن اے میرے خدا مَیں تجھے پہچانتا ہوں کہ تو ہی میرا خدا ہے۔ میری رُوح تیرے نام سے اچھلتی ہے۔ جیسے ایک شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے اُچھلتا ہے۔ لیکن اکثر لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا۔ اور نہ قبول کیا۔" (تریاق القلوب)

پھر دوسری جگہ اس پیارے انداز میں رقمطراز ہیں بلکہ خداوند تعالیٰ کو گواہ رکھ کر تحریر فرمایا کہ :۔

"دیکھ! میری رُوح نہایت توکّل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے۔ جیسا کہ ایک پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔ سو مَیں تیری قدرت کے نشان کا خواہش مند ہوں۔ لیکن نہ اپنے لئے اور نہ اپنی ذات کے لئے بلکہ اس لئے کہ لوگ تجھے پہچانیں۔ اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں۔" (ضمیمہ تریاق القلوب)

سو ایک عاشق صادق پر کٹھن منزل پر اپنے معشوق کی رضامندی کو ترجیح دیتا اور سب کچھ اس کی خاطر نچھاور کرتا محبوب ترین یقین کرتا ہے۔ اور اپنی دلی تمنّاؤں کو ان الفاظ میں پُورا کرنا چاہتا ہے۔ فرمایا کہ :۔

در دو عالم مرا عزیز توئی ⁂ وآنچہ میخواہم از تو نیز توئی

د بس!

مالی بوجھ

اگرچہ یہ اصول برحق ہے کہ ووضعنا عنکَ وزرکَ الّذی انقض ظھرک۔ وہ اپنے پیاروں کے لئے سپر اور ڈھال ہوتا ہے۔ پھر بھی اس کے پیاروں کو جب کوئی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ تو خداوند تعالیٰ کو ان کی یہ ضرورت از حد پیاری معلوم ہوتی ہے۔ اور اس ضرورت پیش آمدہ کو پورا کرنے کے لئے مختلف ادائیں بجالاتا ہے۔ اور اس احتیاج کو پُورا کرنا بھی اس کے لئے ایک گونہ خوشی کا باعث ہوتا ہے۔ اور جس جس پیاری ادا سے وہ اپنے پیارے کی احتیاج کو پُورا کرتا ہے۔ اُس سے بھی محبت و پیار کے سوتے پھوٹ رہے ہوتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی رضا اور تقدیر یہی ہے۔ کہ اس کو جلد از جلد پُورا کیا جائے۔ چنانچہ حضور کا مندرجہ ذیل واقعہ جو ۱۸۸۳ء کا ہے۔ اسی طرز محبّت کو آشکار کرتا ہے۔ اور بدیں کلمات درج ہے کہ :۔

"ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہُوا۔ کہ آج حاجی ارباب محمد لشکر خان کے قریبی کا روپیہ آتا ہے۔ یہ پیشگوئی بھی بدستور معمول اس وقت چند آدمیوں کو بتلائی گئی۔ اور یہ قرار پایا کہ انہیں میں سے ڈاک کے وقت کوئی ڈاک خانہ میں جائے۔

چنانچہ ایک آریہ ملاوا مل نامی اس وقت ڈاک خانہ میں گیا۔ اور یہ خبر لایا کہ ہوتی مردان سے دس روپے آئے ہیں اور ایک خط لایا۔ جس میں لکھا تھا کہ یہ دس روپیہ ارباب سرور خان نے بھیجے ہیں۔ چونکہ ارباب کے لفظ سے اتحاد قومی مفہوم ہوتا ہے۔ اس لئے ان آریوں کو کہا گیا کہ ارباب کے لفظ میں دونوں صاحبوں کی شراکت ہونا پیشگوئی کی صداقت کے لئے کافی ہے۔ مگر بعض نے ان میں سے اس بات کو قبول نہ کیا۔ اور کہا کہ اتحاد قومی شے دیگر ہے اور قرابت شے دیگر۔ اور اس اصرار پر بہت ضد کی۔ ناچار ان کے اصرار پر خط لکھنا پڑا اور وہاں سے یعنی ہوتی مردان سے کئی روز کے بعد ایک دوست منشی الٰہی بخش نامی نے جو اِن دنوں ہوتی مردان میں اکونٹنٹ تھے۔ خط کے جواب میں لکھا کہ ارباب سرور خان ارباب لشکر خان کا بیٹا ہے۔ چنانچہ اس خط کے آنے پر سب مخالفین لاجواب اور عاجز رہ گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔" (براہین احمدیہ حصّہ چہارم ص۴۷۵-۴۷۶ ح)

نیک جذبہ

حضرت اقدس ... کا یہ کتنا نیک جذبہ تھا۔ اور اس کی آپ کو انتہائی تڑپ تھی کہ یہ محبّتِ الٰہی کی چنگاری ہر دل میں سُلگے۔ اور وہ اس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ آپ کا انداز نہایت پیارا اور دلرُبا ہے۔ جس سے نیک دل متاثر ہو کر پانی کی طرح بہہ جاتے ہیں۔ آخر کار مقدور بھر حاصل کرنے میں کامُنہ دیکھتے ہیں۔ سو وہ شیریں کلمات حضرت اقدس نے اپنی تصنیف لطیف "کشتی نوح" میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"کیا ہی بدقسمت ہے وہ انسان جس کو یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خُدا ہے۔ جو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا۔ اور ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے۔ اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے۔ اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دَوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ مَیں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھاؤں۔ کس دف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے، تا لوگ سُن لیں۔ اور کس دوا سے مَیں علاج کروں تا سُننے کے لئے لوگوں کے کان کُھلیں۔" (کشتی نوح)

پس اس عبارت نے ہر نیک دل پر فولادی میخ کا کام کیا۔ بدیں وجہ ایک عالم نے بدیوں کو خیرباد کہہ کر اپنے خدا کے فدائی اور جان نثار ہو گئے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

ماہنامہ انصار اللہ کی توسیع اشاعت کیلئے احبابِ کراچی کی سعی

خاکسار گذشتہ دنوں دفتر کے ایک ضروری کام سے کراچی گیا تھا۔ فارغ وقت میں ماہنامہ "انصار اللہ" کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش کی گئی۔ مکرم نعیم احمد خانصاحب ناظم انصار اللہ کراچی کی ہدایت پر مکرم چوہدری شریف احمد صاحب وڑائچ نائب ناظم انصار اللہ اور مکرم عبدالرشید صاحب سماٹری نمائندہ ماہنامہ انصار اللہ نے بھرپور تعاون فرمایا۔ ان دوستوں کی ہمہ وقت معیت اور امداد خاکسار کو حاصل رہی جس کا نتیجہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑا خوشکن رہا۔ کراچی نے باوجودیکہ مرکز کا دیا ہوا نئے خریداروں کا ٹارگٹ پورا کر دیا تھا پھر بھی محض مکرم سماٹری صاحب اور وڑائچ صاحب کے تعاون سے ۳۵۰ سے زائد ماہنامہ انصار اللہ کے خریدار میسر آگئے۔ الحمدللہ۔ انفرادی خریداری کے علاوہ جن دوستوں نے اپنی طرف سے مستحق دوستوں نے نام پرچہ جاری کروانے کے لئے قربانی کی ان کے اسماء گرامی دعا کی غرض سے پیش ہیں:۔

۱۔ مکرم چوہدری جاوید احمد صاحب مالک ماڈرن موٹرز منجانب نبی احمد فاؤنڈیشن ۷۱ خریدار
۲۔ مکرم ملک جمیل احمد صاحب زعیم اعلیٰ ناظم آباد ۳۵ خریدار
۳۔ " رفیع الدین صاحب زعیم اعلیٰ کراچی صدر ۶۰ "
۴۔ " چوہدری ظفر اللہ صاحب " عزیز آباد ۲۴ "
۵۔ " نعیم احمد خانصاحب ناظم انصار اللہ کراچی ۲۰ "
۶۔ جماعت احمدیہ کراچی بذریعہ مکرم چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت ۲۰ "
۷۔ " تاثیر احمدی صاحب گلشن اقبال ۲۰ "
۸۔ مکرم کمانڈر بی۔ ایل رحمان صاحب ۲۰ "
۹۔ " شیخ محمود احمد صاحب ۲۰ "
۱۰۔ " خواجہ منیر احمد صاحب ۱۰ "
۱۱۔ " ملک مبارک احمد صاحب ۷ "
۱۲۔ " کرنل شریف احمد صاحب ۷ "
۱۳۔ " چوہدری آفتاب احمد صاحب کالپوں ماڈرن موٹرز ۱۰ "
۱۴۔ " چوہدری صغیر احمد صاحب جیمبہ ماڈرن موٹرز ۳ "
۱۵۔ " زرتشت منیر احمد خانصاحب قائد خدام الاحمدیہ ۲ "

خریداری میں اضافہ کے علاوہ خاکسار جس کام کے لئے کراچی میں تھا اس کی تکمیل میں مندرجہ ذیل دوستوں نے بھرپور تعاون فرمایا۔ دوست دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے نفوس و اموال میں برکت دے اور ان سب کو اعلیٰ خدمت کی توفیق دیتا رہے۔

(۱) مکرم عبدالباسط جنبہ صاحب۔ گرانقدر مشورہ کے علاوہ قریباً ایک ہزار روپیہ کا بوجھ بھی اپنی جیب سے برداشت کیا۔
(۲) مکرم ایس۔ ایم جلیل صاحب
(۳) مکرم ملک کریم الدین صاحب۔
(۴) مکرم عبدالباسط خادم صاحب آرات کارپوریشن۔
(۵) مکرم مبارک احمد صاحب کھوکھر۔

مکرم عبدالرشید صاحب سماٹری ابن محترم مولانا محمد صادق صاحب سماٹری مرحوم سابق رئیس التبلیغ انڈونیشیا خاص طور پر دعاؤں کے مستحق ہیں جنہوں نے دن رات اس کام کی تکمیل کے لئے محنت کی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

(مینیجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

مسیح کشمیر میں

سویڈن کے پروفیسر کی کتاب پر تبصرہ

از مکرّم شیخ عبدالقادر صاحب ۔ ۲۱۵ رستم پارک نواں کوٹ لاہور

سویڈن کی لُنڈ (LUND) یونیورسٹی میں "تاریخِ مذاہب" کے پروفیسر PER BESKOW ہیں۔ آپ نے ایک مختصر کتاب "یسوع کشمیر میں" کے عنوان سے لکھی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۸۱ء میں سٹاک ہالم سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں "کسرِ صلیب کانفرنس" (جون ۱۹۷۸ء) لندن کے مقالات پر تنقید ہے۔

لنڈن کانفرنس کے متعلق یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس میں مقالے پڑھنے والے غیر مُسلم۔ غیر از جماعت اور احمدی سبھی تھے۔ لہٰذا ضروری نہیں کہ ہر مقالے میں وہی نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہو۔ جو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے مکمّل صورت میں اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" (۱۸۹۹ء) اور اس کے بعد کی تصنیفات میں پیش کیا۔ مثلاً یہ خیال کہ یسوع مسیح نبوّت سے پہلے بھی ہندوستان میں آئے تھے۔ اس کا کوئی ذکر حضرت اقدس نے نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے ثابت کیا کہ یہ بُدھوں کی اختراع ہے۔ انہوں نے مسیح کو اپنے سِلسِلہ کا شاگرد ظاہر کرنے کے لئے صلیب کے بعد کی ہجرت کو نظر انداز کر دیا۔ اور یہ کہہ دیا کہ وہ بچپن ہی سے بُدھ مراکز میں زیرِ تعلیم رہے۔ فرمایا

"یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ سے پہلے ہندوستان کی طرف آئے تھے"۔
(مسیح ہندوستان میں ص۷۳)

پس اس نظریہ کو جماعت احمدیّہ کی طرف منسوب کرنا سراسر زیادتی ہے۔

اس طرح مکرم خواجہ نذیر احمد صاحب مرحوم نے اپنی کتاب JESUS IN HEAVEN ON EARTH میں اپنی تحقیق، اُن خطوط سے ہٹ کر پیش کی۔ جو "مسیح ہندوستان میں" کتاب میں متعین کئے گئے تھے۔ لہٰذا اُن کے ذاتی خیالات "جماعت احمدیّہ" کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے۔ جماعت احمدیّہ، حضرت اقدس کی اصل تحقیق کی داعی ہے۔ دوسرے لوگوں کے دعاوی کی ذمّہ دار نہیں۔ اِسی طرح حضرت اقدس نے کفنِ مسیح سے استدلال نہیں کیا۔ فری میسن خط کو پیش نہیں کیا۔ اگر یہ مستند

ثابت ہوتے ہیں۔ تو ایک تائیدی شہادت صلیبی موت سے نجات کی بل جاتی ہے۔ اگر نتیجہ بالعکس ہو تو کچھ فرق نہیں پڑتا۔
اس تمہیدی نوٹ کے بعد اَب کتاب کے تیرھویں باب پر تبصرہ پیش ہے۔ اس باب میں تیرہ مسائل پر بحث ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ مسیح کے سفرِ کشمیر کا قصّہ حضرت احمدؑ کے ذہن کا ہی پیدا کردہ مسئلہ ہے۔ اور وہ اس مسئلہ کو اپنے مقامِ مسیحیت، مہدویت اور نبوت کی تبلیغ کے لئے ایک دلیل بنانا چاہتے ہیں۔ اس لئے اس کے متعلق یہ کہنا کہ "یہ پرانی مشرقی روایات ہیں"۔ بعید از صداقت بات ہے۔ پروفیسر موصوف یہ بھول گئے۔ کہ جب یسوع سے سوال ہوا۔ کہ الیاس کا آسمان سے آنا ضروری ہے۔ اس کے بعد مسیح کی بعثت ہے تو انہوں نے یہ کہہ کر کہ الیا تو آچکا۔ اس سے مراد یوحنا ہے۔ اس سوال کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ لیکن یہود آج تک کہتے ہیں۔ کہ یہ یسوع کے دماغ کی اختراع ہے۔ انہوں نے اپنی مسیحیت کا راستہ صاف کرنے کے لئے ایک بے دلیل اور موہوم بات کا سہارا لیا۔ جو دعویٰ خود یوحنا نبی نے نہیں کیا۔ وہ بات ان کی طرف منسوب کر دی گئی۔ اُن کے نزدیک یوحنا کے الیاس ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر پروفیسر موصوف کے ذہن میں کوئی دلیل ہو تو وہ سائل کی تسلّی کے لئے پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن حضرتِ احمدؑ کے دعاوی کے سلسلہ میں معاملہ بہت کچھ مختلف ہے۔ یسوع کشمیر میں فوت ہوں، گلیل ایڈلیسہ یا شام میں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ پروفیسر موصوف نے اپنی تنقید میں ہجرتِ مسیح کے پُورے پس منظر کو نظر انداز کر دیا۔ اس باب میں جن باتوں کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

رفعِ مسیح کی روایت الحاقی ہے

علماء بائیبل، نئے عہدنامہ کے قدیم ترین نسخوں کے مقابلہ و موازنہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ چاروں انجیل نویسوں نے یسوع کے آسمان پر جانے کا واقعہ اپنی انجیل میں سرے سے درج نہیں کیا۔ نصاریٰ کے عقیدہ کی رُو سے یسوع کا رفع الی السماء ایک عہد آفرین واقعہ ہے لیکن اس کا ذکر متی حواری اور یوحنا حواری نے نہیں کیا۔ مرقس تابعی تھا۔ (یعنی پطرس کا شاگرد) اُس نے نہیں کیا۔ حد یہ ہے کہ انجیل لوقا میں بھی آسمان پر جانے کا ذکر نہیں تھا۔ لوقا، پولُس کا دوست اور ساتھی تھا۔ مرقس کی آخری بارہ آیات میں رفع الی السماء کا ذکر ہے لیکن وہ مسلّمہ طور پر الحاقی ہیں۔ انجیل لوقا کے آخر میں آسمان پر جانے کا ذکر ہے۔ یہ بیان بھی سراسر الحاقی ہے۔ بائیبل کا REVISED STANDARD VERSION ملاحظہ ہو۔ متن سے یہ آیات نکال دی گئیں۔ اور باریک ٹائپ میں حاشیہ پر درج کر دی گئیں۔ اور یہ واضح کر دیا گیا۔ کہ یہ آیات متن کا حصّہ نہیں ہیں۔ اناجیل اربعہ کے بعد "اعمال" باب اوّل میں آسمان پر جانے کا ذکر ہے۔ "اعمال" کا پہلا باب تغیّر و تبدّل کا تختۂ مشق بنایا گیا۔ اس میں آسمان پر جانے کا ذکر نہیں تھا۔ بعد میں شامل کر دیا گیا۔ فرانس کے عظیم سکالر MAURICE-GOGUEL نے ایک کتاب THE BIRTH OF CHRISTIANITY کے نام سے لکھی ہے۔ اس کا صفحہ ۷۰ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:-

THE ASCENSION IS A LATE ELEMENT IN THE TRADITION

رفع الی السماء اصل نہیں بعد کی روایت ہے ۔ اور پھر حاشیہ پر نوٹ دیتے ہیں کہ انجیل لُوقا اور اعمال، لُوقا کی طرف منسوب ہیں۔ لیکن اعمال کے شروع کی عبارت جس میں رفع الی السماء کا ذکر ہے ۔ لُوقا کی تحریر کردہ نہیں۔ بلکہ ایک اضافہ ہے۔ الفاظ یہ ہیں :-

BOTH BOOKS ARE ATTRIBUTED TO THE SAME AUTHOR BUT THE BEGINNING OF THE ACTS HAS BEEN REVISED

لُوقا اور اعمال دونوں کتابیں لوقا کی طرف منسوب ہیں۔ لیکن اعمال کا پہلا حصّہ بہرحال ایک ترمیم شدہ بیان ہے۔

اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ انجیل متی میں ہے۔ کہ صلیبی موت سے زندہ ہو کر یسوع نے پہلا حکم یہ دیا:۔

"میرے بھائیوں کو کہو۔ گلیل کو چلے جائیں۔ وہاں مجھے دیکھیں گے۔" (متی ۲۸/۱۰)

لیکن اعمال کے شروع میں ہے :

"یسوع نے ان کو مل کر حکم دیا۔ کہ یروشلم سے باہر نہ جاؤ۔۔۔۔ یہ کہہ کر وہ اُن کے دیکھتے دیکھتے اُوپر اُٹھا لیا گیا۔ اور بدلی نے اُسے اُن کی نظروں سے چھپا لیا۔" (اعمال ۱/۴، ۱/۹)

ظاہر ہے۔ کہ یہ دونوں بیان ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ لہٰذا اعمال کا پہلا باب صحیح واقعہ کی عکاسی نہیں کرتا۔

صلیب کے بعد حضرت مسیح کی موجودگی

جب یہ ثابت ہو گیا کہ صلیب کے بعد حضرت مسیح کو زندہ دیکھا گیا وہ آسمان پر نہیں گئے۔ بلکہ زمین پر گھوم پھر کر تبلیغ و ارشاد میں مصروف تھے۔ آسمان پر جانے کا ذکر دو بڑے حواریوں متی و یوحنا نے نہیں کیا۔ ایک تابعی مرقس نے نہیں کیا۔ یہاں تک کہ پولوس کے دوست اور ساتھی لُوقا نے بھی یہ ذکر نہیں کیا۔ اندریں صورت یسوع حواریوں سے جُدا ہو کر کہاں چلا گیا ؟ یہ سوال تاریخِ عالم کا سب سے بڑا راز ہے ۔ اور اس راز سے پردہ اٹھانا گویا "اٹلانٹس" ATLANTIS کی دریافت ہے اور انسانیت کی بہت بڑی خدمت ۔

فردوسِ گُم گشتہ

حضرت مسیح صلیب کے بعد کہاں گئے ؟ اس "فردوسِ گم گشتہ" کی تلاش ایک عظیم الشان تحقیق کی متقاضی ہے۔ اس کے لئے حضرت مسیح کے مشہور قول میں مضبوط قرینہ موجود ہے۔ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مشن دوگونہ تھا۔ آپ نے یروشلم

میں پیغام حق پہنچانے کے علاوہ بنی اسرائیل کے کھوئے ہوئے قبائل کو تلاش کرنا تھا۔ اور اُن میں خداتعالیٰ کی منادی کرنا تھی۔ (یوحنا ۱۰/۱۶)۔ کیونکہ یہی مشن انبیاء بنی اسرائیل نے اُس خادمِ خدا کا بیان کیا۔ جو کہ اُمت میں برپا ہونے والا تھا۔ یسعیاہ اور حزقیل کی پیشگوئیوں میں ہے کہ وہ کھوئے ہوئے لوگوں کو تلاش کرے گا۔ اور ان کو مجتمع کردے گا۔ (یسعیاہ ۴۹ باب حزقیل ۳۴ باب)۔

اسباطِ عشرہ کی تلاش

اس مرحلہ پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کنعان سے جلاوطن ہوکر بنی اسرائیل کے اسباط عشرہ کہاں چلے گئے۔ وہ منظرِ عام سے غائب ہوگئے۔ تو کیوں؟ اس کے لئے بائیبل کا صحیفہ آستر ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے کہ بنی اسرائیل، سارے فارسی صوبوں میں ہندوستان تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور پراگندہ ہیں۔ وہاں ان کی اپنی زبان ہے۔ اور اس زبان کے حروف میں وہ لکھتے پڑھتے ہیں۔ (آستر ۳/۸، ۹/۶)

بالآخر یہ قبیلے شمال مغربی ہندوستان میں آکر آباد ہوگئے۔ یہ حقیقت بڑی حیران کن اور دلچسپ ہے ڈاکٹر SURGEON - MAJOR H.W. BELLEW, C.S.I نے ایک عمدہ کتاب ۱۸۸۰ء میں THE RACES OF AFGHANISTAN کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں وہ افغانوں کے نسب کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ گم شدہ بنی اسرائیل ہیں۔ یہ بحث قابلِ دید ہے آخر میں ہے :-

YUSUFZAIS RECKON THEMSELVES TRUE AFGHANS AND CALL THEMSELVES BANI ISRAIL, THEIR NAME MEANS "DESCENDANTS OF JOSEPH," AND THEIR COUNTRY ABOUNDS WITH ISRAELITISH NAMES SUCH AS ARE FOUND IN THE SCRIPTURES. (P, 74 , 75)

اس تاریخی پس منظر میں اگر بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیّہ نے یہ تحقیق پیش کی کہ یسوع قدیم ہندوستان کے شمال مغرب میں آئے تھے۔ اور اس ہجرت کی غرض اسباطِ عشرہ کی تلاش تھی۔ تو جویانِ صداقت کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ یہ کہنا کہ آپ نے اپنی دُعاوی کو سچا ثابت کرنے کے لئے یہ نظریہ پیش کیا۔ پُورے پس منظر سے مُنہ موڑنے کے مترادف ہے۔

مریم صدیقہ اور حواریانِ مسیح کہاں گئے

تاریخ کلیسیا اور علماء کی شہادت موجود ہے کہ تو ما حواری شمال مغربی ہندوستان میں اسباط عشرہ کی تلاش میں آئے

تھے۔ اُن کے آقا کا آنا کیا بعید از قیاس امر ہے ؟

آخر اس سوال کا کیا جواب ہے کہ صلیب کے بعد مسیح، مریم، پطرس، متی اور توما، کلیسیا کے افق سے اور پورے منظر سے بالکل غائب ہو گئے۔ آخر وہ کہاں گئے؟ انجیل میں ہے۔ پطرس، مشرق میں منزلیں مارتے ہوئے بلو نیا تک چلے آئے اور یہاں کے بنی اسرائیل میں منادی شروع کر دی۔ نئے عہد نامہ میں خط پطرس شامل ہے۔ یہ بابل سے پطرس نے بھیجا۔ پتہ ہے چرچ نے کیا تعبیر کی ؟ چرچ نے کہا۔ بابل سے مراد روما ہے۔ توما ہند میں آئے۔ بعض علماء نے کہا کہ پارتھیا سے آگے نہیں بڑھے۔ دوسری صدی کے وسط میں سکندریہ کے عیسائی دار العلوم کا صدر ہندوستان میں آیا۔ وہ حیران رہ گیا۔ کہ یہاں عبرانی نسل کے عیسائی آباد اور موجود ہیں۔ اور عبرانی زبان اور حروف میں انجیل بھی ان لوگوں کے پاس موجود ہے۔ آباد کلیسیا نے کہا کہ یہ متی کی عبرانی انجیل تھی جسے بارتھولمیو حواری ہند میں چھوڑ آئے تھے۔ بارتھولمیو کا ہندوستان جانا ثابت نہیں۔ اس پر علماء نے کہا۔ ہندوستان سے مراد عرب کا کوئی علاقہ ہے۔ اس بے یقینی کی فضا میں ایک قول فیصل کی ضرورت تھی۔

ساسانی کتبے

بیسویں صدی کے وسط میں ایران کے ساسانی کتبے پڑھ لئے گئے۔ یہ تیسری صدی کے آخری رُبع کے ہیں۔ یہ کتبے اس باب میں قولِ فیصل ہیں۔

اس زمانہ میں ایران کی حکومت پشاور سے فرات تک وسیع تھی۔ ان کتبوں میں یہ ذکر ہے کہ حُدودِ سلطنت میں بُدھوں اور ہندوؤں کے درمیان یہود و نصاریٰ برابر موجود ہیں۔ شرقاً غرباً قوموں کو گنایا گیا۔ پہلی قوم یہودی ہے۔ دوسری بُدھ تیسری برہمن اور چوتھی ناصرا۔

مغرب کے یونانی عیسائیوں کو " کلسچین " (CHRISTIAN) کہا گیا۔ گویا ایران اور ہندوستان کے شمال مغرب میں یہود اس کثرت سے آباد تھے۔ کہ ان کو پہلا نمبر دینا پڑا۔ وہ برہمنوں اور بُدھوں کے علاقہ میں رہتے تھے۔ اس لئے یہود کے بعد ان کا ذکر ہے۔ ناصرا سے مراد حضرت مسیح ناصری کی اُمّت ہے۔ مشرقی مقبوضات کے یہ مذاہب صاف ظاہر کرتے ہیں کہ ان علاقوں میں یہود و نصاریٰ آباد تھے۔

فرمایئے ! اکتشافاتِ اثریہ کی اس عظیم الشان شہادت کے بعد بھی یہود و نصاریٰ کی موجودگی سے انکار ہو سکتا ہے ؟ ناصرا اُمّت کس نے پیدا کی۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے علمِ کلام نے ثابت کیا۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام، ان کی والدہ، اور توما نے تیار کی۔ پروفیسر موصوف نے اس حوالے کو چھوا تک نہیں حالانکہ کسرِ صلیب کانفرنس میں میرے مقالے کا حرفِ آخر یہی حوالہ تھے۔

بھوشں پران کا حوالہ:- دوسری عظیم الشان شہادت بھوشں پران کی ہے۔

ہندوؤں کے ۱۸ پران ہیں۔ ۹ واں پران بھوکش پران ہے۔گپتا عہد میں اس کی تدوینِ نو ہوئی۔ اس عہد میں قرونِ اُولیٰ کی بعض باتیں بھی داخل کر دی گئیں۔ بھوکش پران کے نسخہ بمبئی میں لکھا ہے۔ کہ موسیٰ کے پیرو کاروں سے ہندوستان کے برہمنی علاقہ کے ماسوا سارا جگت بھرا پڑا ہے۔ بھوش پران کے اس نسخہ میں یہ ذکر ہے۔ کہ عیسیٰ المسیح ہمالہ دیش میں گئے۔ انہوں نے بتایا کہ میرا مشن محبت، صداقت اور تزکیہ قلوب ہے۔ میری پیدائش ایک کنواری کے بطن سے ہوئی عیسیٰ المسیح کے ہاتھ میں ایک الہامی صحیفہ تھا۔

فرمائیے! یہ سب تاریخی شہادتیں حضرت احمدؑ کے دماغ کی اختراع ہیں۔ کیا یہی تحقیق ہے۔ جو مغرب کے ناپختہ ذہنوں تک آپ پہنچاتے ہیں۔ اور یونیورسٹیوں میں پڑھاتے ہیں۔ افسوس ایک ایسی صداقت جو کہ تاریخ اور آثارِ قدیمہ پر مبنی ہے۔ اس کو ٹھکرا دیا گیا۔ محض اس لئے کہ چرچ والوں کی ٹھوکر کا موجب نہ بنے۔ خدا را غور کیجئے۔ کہ یہ سب باتیں تاریخ کی کوکھ سے نکلی ہیں۔ یا کسی دماغ کی اختراع ہیں؟۔

قبر کھول کر دیکھ لو

عہدِ حاضر میں حضرت اقدس کا مشن کسرِ صلیب ہے۔ کاسر الصلیبؑ نے کہا کہ اس قبر یوز آسف کو کھول کر دیکھ لو۔ ایسی الواح برآمد ہوں گی کہ حق ظاہر ہو جائے گا۔ فرمایا:۔

"حضرت مسیحؑ کے زمانہ میں قبروں کے کتبے لکھنے کا رواج تھا .... عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ آپ کی قبر ان آثار سے خالی ہو گی اور پھر قبر کو کھولا بھی جائے تو کوئی عجیب وغریب اسرار ظاہر ہوں گے اور ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔" (اردو ترجمہ عربی کتاب الہدیٰ ص۱۱۷)

بھوکش پران پر ایک نظر

بھوکش پران ہندوؤں کے اٹھارھویں[1] پرانوں میں سے نواں پران ہے شروع میں یہ پراکرت زبان اور خروستھی (KHAROSTHI) رسم خط میں تھا۔ بعد ازاں اسے سنسکرت میں ڈھال لیا گیا۔ اس میں عہد بعہد اضافات ہوئے ہیں۔

۹۰۰ قبل مسیح، تالیف کا پہلا مرحلہ ہے۔

۸۰۰ قبل مسیح میں ترمیم و اضافہ ہوا۔ یہ دوسرا مرحلہ ہے۔

۴۰۰ عیسوی کے آغاز میں پیشگوئی کے رنگ میں گذشتہ واقعات کو درج کیا گیا۔ یہ تیسرا مرحلہ تھے[1]۔

---

[1] 1- ANCIENT INDIA HISTORICAL TRADITION F.E. PARGITER M.A- (LONDON 1922) P-334

بھوِش پران کا ایک مکمل نسخہ بمبئی میں ۱۹۱۰ء میں طبع ہوا۔
بھوِش پران کو جب پراکرت سے سنسکرت میں ترجمہ کیا گیا۔ اُس وقت ناموں کو سنسکرت آمیز کر دیا۔ کہانیوں میں زیادہ تر برہمنی الہٰیات اور علمِ کلام کو ٹھونس دیا۔ اور پیشگوئی کا رنگ دے دیا گیا۔[1]
بھوِش پران کے نسخۂ بمبئی میں حضرت موسیٰ کے پیروکاران کا ذکر ہے کہ وہ بلادِ شرقیہ میں آباد ہوئے۔ عیسیٰ مسیح کا ذکر ہے کہ ہمالہ دیش میں ان کو دیکھا گیا۔
یہ حوالے غالباً ۸۰۰ عیسوی کے اضافات سے متعلق ہیں۔
حضرت موسیٰ اور ان کے پیروکاروں کا ذکر بایں الفاظ ہے۔ پرتی سرگ پرب کھنڈ ۱ ادھیائے ۵ شلوک ۲۹-۳۱ کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔
"جب دو ہزار سال کَل یگ (KALIYUGA) کے اختتام پذیر ہو گئے۔ تو یہاں ملیچھوں کی آبادی میں اضافہ ہو گیا .... سرسوتی ندی کے مقدس برہما ورت (برہمن علاقہ) کے ماسوا سارا جگت ملیچھ اچاریہ موسیٰ کے پیرؤں سے بھرا پڑا ہے۔
کل یگ کے گذرنے پر دیوتاؤں کی پُوجا اور وَیدوں کی زبان یہ سب کچھ تہس نہس ہو گیا"۔
اس حوالے سے ظاہر ہے کہ شمالی ہندوستان میں برہمنی علاقوں کے ماسوا سب جگہ بنی اسرائیل کی آبادیاں موجود ہیں۔ اس کی تائید ایران کے ساسانی دَور کے کتبوں سے بھی ہوتی ہے۔ ان میں سلطنت کے مذاہب کا شرقاً غرباً بیان ہے۔ یہودیوں کا ذکر نمبر ایک پر ہے۔ اس کے بعد بُدھوں اور برہمنوں کا نام آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرونِ اُولیٰ میں ایران و ہند میں بنی اسرائیل بکثرت آباد تھے۔
دوسرا حوالہ پرتی سرگ پرب کھنڈ ۳ ادھیائے ۲ شلوک ۲۱ تا ۳۲ ہے۔ اس میں بکرماجیت کے بعد سو سال گذرنے پر جو انقلابات آئے۔ ان کا بیان ہے۔ بکرماجیت کے پوتے راجہ شالباہن نے بیرونی حملہ آوروں خصوصاً ساکا قبائل کو شکست دی اس کے بعد یہ بیان ہے کہ ساکا دیش کا راجہ یا ساکا قوم کا سردار ایک دفعہ ہمالہ دیش گیا۔ وہاں اس کی ملاقات عیسیٰ مسیح سے ہوئی۔ آپ نے بتایا کہ مَیں چونکہ کنواری کے بطن سے پیدا ہوا۔ اس لئے خدا کا بیٹا ٹھہرا۔ ایک الہامی صحیفہ کی دُعائیں پڑھتا ہوں۔ میرا مشن محبت، صداقت اور تزکیہ قلوب ہے۔ اس وجہ سے مَیں عیسیٰ مسیح کے طور پر مبعوث ہوا۔
یہ حوالے ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ عصرِ مسیحا میں بنی اسرائیل بلادِ شرقیہ اور ہند میں بکثرت آباد تھے۔ ان کے اثر و رسوخ

لے 1 - THE PURANA TEXT OF THE DYNASTIES OF KALI AGE F.E. PARGITER PERA 15, 29

کی وجہ سے ویدک مذاہب کو نقصان پہنچا۔ رسولاً الیٰ بنی اسرائیل حضرت مسیح ناصری ہندوستان میں آئے۔ یہ ایک مربوط کہانی ہے۔ جسے کوئی مؤرخ نظر انداز نہیں کر سکتا۔

اَب پروفیسر موصوف کی تنقید ملاحظہ ہو:۔

پروفیسر موصوف نے یہ سوال اُٹھایا ہے کہ بھوشن پران کا یہ حوالہ جس میں حضرت مسیحؑ کے آنے کا ذکر ہے۔ کس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ گپتا عہد یا اسلامی دَور کا ہے۔ اس لئے قابلِ اعتنا نہیں۔ " لندن کانفرنس" کا مقالہ ملاحظہ ہو۔ اس میں، مَیں نے لکھا ہے کہ بھوشن پران میں گپتا عہد میں جو اضافات ہوئے۔ یہ حوالہ اس عہد کی یادگار ہے۔

بھوشن پران ایک ایسی دستاویز ہے۔ جس میں عہد بعہد اضافے ہوئے۔ یہاں تک کہ مسلمان فاتحین کے سنسکرت آمیز نام بھی اس میں آئے ہیں۔ حضرت مسیح کا ذکر اس سے قبل کے باب میں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرونِ اُولیٰ میں ایسی روایات موجود تھیں کہ بنی اسرائیل یہاں آئے۔ اور ان کی ہدایت کے لئے حضرت مسیحؑ وارد ہوئے۔ چوتھی صدی میں بھوشن پران کو UP TO DATE کیا گیا۔ یہ روائت متن کا حصّہ بن گئی۔ اور سنسکرت الٰہیات میں ڈھل گئی۔

بھوشن پران میں اس روایت کا ملنا ثبوت ہے۔ اس اَمر کا کہ آمدِ مسیح کی روایت ہندوستان میں متداول تھی۔

پروفیسر موصوف کہتے ہیں۔ چونکہ یہ متن گپتا عہد (۳۲۰ — ۵۰۰ء) یا اسلامی عہد سے پرانا نہیں ہے۔ اس لئے اسے مسیح کے سفرِ کشمیر کے لئے بطور شہادت کے پیش کرنا ممکن نہیں رہتا۔

جواباً گذارش ہے کہ کسرِ صلیب کے نظریہ کی رُو سے حضرت مسیح کا انتقال ۱۲۰ سال کی عمر میں ہُوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کشمیر میں دوسری صدی میں فوت ہوئے۔ اگر ان کا ذکر چوتھی یا پانچویں صدی میں ہو تو وہ قابلِ قبول کیوں نہیں ہے۔ اسی حساب سے تاریخ کشمیر کے بارہ میں راج ترنگنی کی ساری کہانیاں ردّ کرنے کے قابل ہیں۔ کیونکہ اُن کو بارھویں صدی میں مرتّب کیا گیا۔

ونسٹ اے سمتھ نے لکھا ہے کہ پرانوں میں مسلمانوں کا ذکر دیکھ کر ان کی قدامت سے انکار کرنا درست نہیں۔ سویڈن کے پروفیسر لکھتے ہیں کہ بھوشن پران کا بیان قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں ہے کہ اِسا مسیح (عیسیٰ مسیح) آفتاب پرستی کی تعلیم دیتے تھے۔ جواباً گذارش ہے کہ بُدھ اور ہندو لٹریچر میں آمدِ مسیح کی روایت موجود ہے۔ بدھوں نے اپنے رنگ میں ذکر کیا۔ ہندوؤں نے اپنے مذہب کا رنگ چڑھایا۔ بُدھوں نے کہا کہ عیسیٰ تو بُدھ کے شاگرد تھے۔ بچپن میں آ گئے تھے۔ بھوشن پران میں ہے کہ آئے تو بعثت کے بعد تھے۔ لیکن ان کا مشن ہندو الٰہیات سے مختلف نہیں تھا۔ ان کی تعلیم میں سورج پرستی کا عنصر موجود تھا۔ ان کا نام بھی سنسکرت آمیز تھا۔ (یعنی عیسیٰ ایش سے مشتق ہے)۔

فرمایئے! اس رنگ آمیزی سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کہ اگر انجیل یوحنّا کے آغاز میں یسوع کو کلمۂ ازلی اور خدا کا تجسّم قرار دے دیا گیا۔ تو اس سے مسیح کی تاریخی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بھوشن پران کے بیان سے کیوں پڑے گا۔ علماء تسلیم کرتے ہیں کہ

بھوش پران شروع میں پراکرت میں تھا۔ جب اس کا سنسکرت ترجمہ ہوا تو اسما اور کہانیاں سنسکرت آمیز کردی گئیں پرگیٹر نے اس پر تفصیل سے لکھا ہے۔ کیوں نہ سمجھا جائے اسی دَور میں عیسیٰ مسیح کی کہانی میں ویدک الٰہیات کا عمل دخل ہوا۔

بھوش پران کا ایک متن VERSION ہے۔ یا دو۔ اس بحث میں بھی پروفیسر موصوف نے حصّہ لیا ہے۔

یہاں یہ واضح رہے۔ کہ بھوشں پران کا ایک ہی ورشن ہے۔ دوسرا متن محض سرابِ نظر ہے۔" جیزز ان روم" کے مؤلفین دوسرے ورشن کے دھوکہ میں مبتلا ہوگئے۔ ہندی ترجمہ میں ایک ہی ورشن چلتا ہے۔ ہندی ترجمہ کے بعد بھوشں پران کے متن کے بارہ میں کسی شک وشُبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ایسا کوئی ورشن نہیں جس میں عیسیٰ مسیح کو YUSASHAPHAT کہا گیا ہو۔ یہ خواجہ نذیر احمد صاحب کا اشتباہ ہے۔

پروفیسر کوسامبی نے جس متن کا ترجمہ کیا ہے اور کتاب JESUS IN ROME میں درج ہے۔ وہی صحیح اور یکتا متن ہے۔

پروفیسر موصوف نے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ ISAMASI سے مُراد یسوع مسیح نہیں۔ اگر ہوسکتا ہے۔ تو یہ نام صرف ایک دیوی کے نام کا مترادف ہوسکتا ہے۔ غالبًا اس نام کا کوئی ہندو درویش تھا۔

ان کو یہ علم نہیں کہ بھوشں پران میں " اچاریہ منش " موسیٰ کا ذکر ہے۔ اسی طرح عیسیٰ مسیح کا ذکر ہے۔ مہاشہ لکشمن کی تنقید " بھوشں پران " کی " الوچنا " سے لیکر پروفیسر کوسامبی تک اور ہندی مترجم پنڈت شری رام شرما جی ، سب نے یہی سمجھا ہے کہ اس باب میں عیسیٰ مسیح کا ذکر ہے " مَیں کنواری کے بطن سے پیدا ہُوا ہوں۔ اس ناطے سے مجھے خدا کا بیٹا جانیئے " وہ ملیچھ غیر ملکی فرستادہ تھے۔ ان کے ہاتھ میں ایک الہامی صحیفہ تھا۔ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ عیسیٰ مسیح کا ذکر ہو رہا ہے۔ بن باپ پیدائش کے لئے انجیل کا محاورہ موجود ہے کہ بن باپ پیدائش خدا کا بیٹا ہونے کے مترادف ہے۔ جیسے کہا :-

آدم خدا کا بیٹا تھا ـــــ (لوقا ۳/۳۸)

یسوع اس وجہ سے خدا کا بیٹا ہے کہ وہ قدرتِ مجردہ سے پیدا ہُوا ـــــ (لوقا ۱/۳۵)

بھوشں پران کے مکالمہ میں ہے کہ میں بن باپ پیدائش کی وجہ سے خدا کا بیٹا کہلایا۔ بتایئے۔ یہ محاورہ تورات وانجیل کا ہے۔ بھوشں پران میں کہاں سے آگیا ؟ یہ بحث بھی اٹھائی گئی کہ حضرت مسیح سے ملنے والا حکمران کون تھا ؟ اگر شالباہن تھا۔ تو یہ تاریخی نہیں۔ اساطیری وجود ہے۔

بھوش پران میں دراصل یہ ہے کہ ساکا قوم (SAKAS) کا چیف ، عیسیٰ مسیح سے ملا تھا۔ چونکہ سیاقِ عبارت میں بکرماجیت کے پوتے شالباہن کی ساکاؤں پر فتوحات کا ذکر ہے۔ اس لئے اس چیف سے مراد شالباہن کو سمجھا گیا۔ پروفیسر کوسامبی کے نزدیک ضروری نہیں کہ اس سے مراد شالباہن ہو۔ ویسے انسائیکلو پیڈیا امریکانا میں ہے کہ اساطیر ہند میں جسے شالباہن

کہا گیا۔ وہ گوتمی پترا ستا کارنی ہے۔ یعنی ستادا ہنا خاندان کا ایک مشہور حکمران، یہ گویا عیسیٰ مسیح سے ملاقات کرنے والا ایک ہندو راجہ تھا۔ یا ساکاقوم کا راجہ۔

اس بحث سے قطع نظر بھوشن پران کے حوالے میں قرائن موجود ہیں کہ یہ داستان قرن اوّل کی ہے۔ بھوش پران سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ بکرماجیت کے پوتے کا یہ زمانہ تھا۔ بکرماجیت کی سمت ۵۸ قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے۔

۲۔ پوتے کا نام شالباہن ہے۔ شالباہن کی مروجہ سمت کا آغاز ۷۸ عیسوی سے ہُوا۔

۳۔ بکرماجیت کی وفات کے سو سال بعد غیر ملکیوں خصوصًا ساکا قبائل نے سر اٹھایا۔ جن کا مقابلہ اس کے پوتے نے کیا۔

ظاہر ہے کہ یہ مقابلہ قرن اوّل میں ہُوا۔ راجہ شالباہن ہو یا ساکا راجہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ بات صاف ہے کہ قرن اوّل کے آخر میں ساکا قوم کے ایک حکمران نے حضرت مسیح سے ہمالہ دیش میں ملاقات کی تھی۔ اس راجہ نے آپ کی باتوں کو مانا۔ اور آپ کو وہاں پورے طور پر بسا دیا۔

یوز آسف کون تھا؟

ایک سوال پروفیسر موصوف نے یہ اٹھایا ہے کہ یوز آسف کے متعلق یہ کہنا کہ وہ مذکورہ قبر میں مدفون ہے۔ ایسی ہی مقامی روایت ہے۔ جس طرح کشمیر میں یہ روایت ہے کہ موسیٰ کی قبر کشمیر میں ہے۔ یا یہ کہ سلیمان نے سری نگر کے قریب تخت سلیمان پر عمارات بنوائیں۔

اس سوال کے جواب میں یہ گذارش ہے۔ کہ برٹش میوزیم لائبریری میں کتاب "حشمت کشمیر" کا ایک نامکمّل نسخہ رکھا ہُوا ہے۔ مشہور مؤرخ عبدالقادر خان بن قاضی القضاۃ واصل علی خان نے یہ کتاب ۱۸۲۹ء میں لکھی۔ اس کتاب میں ہے۔

"پیغمبری موسیٰ علیہ السلام نام درایں جا برخاست"۔ (صـ۶۲)

کہ ایک موسیٰ نامی پیغمبر یہاں آئے تھے۔ مصنف نے یہ نہیں کہا۔ کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں۔

حشمتِ کشمیر میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ افغانستان اور کشمیر میں بنی اسرائیل آباد ہوئے تھے۔ گویا اُن کی ہدایت کے لئے کوئی موسیٰ نام کا فرستادہ یہاں بر پا ہُوا تھا۔ اس کی یہ قبر ہے۔ یہ روایت بعد میں بگڑ گئی۔ اور اس قبر کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے نام سے پکارا جانے لگا۔ حشمت کشمیر میں ہے:-

"کشمیری عوام میں یہ مزار حضرت موسیٰ پیغمبر صاحب کتاب کی قبر کے طور پر مشہور ہوگیا"۔ (صـ۶۲)

یہ قبر اس اَمر کا واضح ثبوت ہے کہ کشمیر میں — بنی اسرائیل موجود تھے اور ان کی طرف مبعوث ہونے والے صلحاء کشمیر میں دفن ہیں۔

اسی طرح کشمیر کی ایک پرانی تاریخ کے ایک ورق کا عکس شائع شدہ موجود ہے۔ جس میں یہ ذکر ہے۔ کہ کشمیر میں حضرت عیسیٰ

علیہ السلام، یوز آسف کہلائے ۔ وہ کشمیر میں آکر بس گئے ۔ اُن کے ایک مرید سلیمان نامی باکمال انجنیئر تھا ۔ اس نے سری نگر کے قریب ایک پہاڑی پر عمارات بنوائیں ۔ ظاہر ہے کہ اس واقعہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے کشمیر میں آنے کی روایت ارتقا پذیر ہو گئی ۔ پروفیسر موصوف نے جو دو مثالیں دی ہیں ۔ ان کا تاریخی تجزیہ جب کیا گیا تو پتہ لگا کہ اصل روایت کیا تھی ۔ اور وہ بگڑ کر شکل کیا اختیار کر گئی ۔ ایک مؤرخ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ سنگ ریزوں میں سے قیمتی پتھر تلاش کرے ۔ ان کو صاف کرے اور اپنے دامن میں سمیٹ لے ۔ اس نقطۂ نظر سے دونوں حوالے ہماری تائید میں ہیں ۔ نہ کہ تردید میں ۔

حرفِ آخر

اس میں کوئی شک نہیں کہ کسرِ صلیب کی تحقیق ایک انقلاب آفرین تحقیق ہے حضرت اقدس ..... اپنی کتاب رازِ حقیقت میں فرماتے ہیں :-

" اگر عیسائیوں میں کوئی فرقہ دینی تحقیق کا جوش رکھتا ہے تو ممکن ہے کہ ان ثبوتوں پر اطلاع پانے سے وہ بہت جلد عیسائی مذہب کو الوداع کہیں اور اگر اس تلاش کی آگ یورپ کے تمام دلوں میں بھڑک اُٹھے تو جو گروہ چالیس کروڑ انسانوں کا انیس سو برس میں طیار ہوا ہے ممکن ہے کہ انیس ماہ کے اندر دستِ غیب سے ایک پلٹا کھا کر مسلمان ہو جائے ۔ کیونکہ صلیبی اعتقاد کے بعد یہ ثابت ہونا کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مارے گئے بلکہ دوسرے ملکوں میں پھرتے رہے ۔ یہ ایسا امر ہے کہ یک دفعہ عیسائی عقائد کو دلوں سے اڑاتا ہے اور عیسائیت کی دنیا میں انقلاب عظیم ڈالتا ہے ۔

اے عزیزو! اب عیسائی مذہب کو چھوڑو کہ خدا نے حقیقت کو دکھا دیا ۔ اسلام کی روشنی میں آؤ تا نجات پاجاؤ ۔ اور خدائے علیم جانتا ہے کہ یہ تمام نصیحت نیک نیتی سے تحقیقِ کامل کے بعد کی گئی ہے ۔"

(رازِ حقیقت ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء ۔ حاشیہ صفحہ ۱۳، ۱۴)

زعماء انصار اللہ توجہ فرمائیں

ہر مجلس کی طرف سے ماہوار رپورٹ کارگزاری کا ہر ماہ کی دس تاریخ تک مرکز میں پہنچنا ضروری ہے ۔ مگر ابھی تک بہت سی مجالس ایسی ہیں جن کی طرف سے ماہ مارچ کی رپورٹ کارگزاری موصول نہیں ہوئی جس کی وجہ سے مرکز کو ان مجالس کی مساعی کا علم نہیں ہو سکا ۔ زعماء انصار اللہ سے گذارش ہے کہ فوری طور پر ماہ مارچ کی رپورٹ بھجوا کر ممنون فرماویں تاکہ مرکز کو آپ کی مساعی کا علم ہو سکے ۔ جزاکم اللہ ۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

گیسٹ ہاؤس انصار اللہ کے نئے بلاک کیلئے معطی حضرات کی فہرست (قسط ۲)

مندرجہ ذیل احباب نے گیسٹ ہاؤس انصار اللہ کے نئے بلاک کے لئے مبلغ تین صد یا اس سے زائد کے عطایاجات ادا فرمائے ہیں۔ ان کے اسماء گرامی انشاء اللہ تعالیٰ یادگار دُعائیہ لَوح پہ کَندہ کرائے جائیں گے۔ ربّ کریم ان کے اموال میں برکت بخشے۔ آمین۔

۱۔ چوہدری غلام محمد خانصاحب گرداور صحابی مرحوم منجانب پسر میجر مکرم چوہدری عبدالقادر صاحب دارالرحمت شرقی ربوہ	۳۰۰/- روپے
۲۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منجانب مکرم چوہدری ناظر علی خانصاحب ربّ ۶۰ کھیم سنگھ والا ضلع فیصل آباد	۳۱۳/- "
۳۔ حکیم شہاب الدین صاحب مرحوم منجانب داماد مکرم شریف احمد صاحب جھنگ صدر	۵۰۰/- "
۴۔ میاں اللہ بخش صاحب مرحوم منجانب مکرم منشی نذیر احمد صاحب عثمان آباد تھرپارکر۔	۳۰۰/- "
۵۔ غلام محمد صاحب مرحوم و اہلیہ کرم بی بی صاحبہ ۱۲ منٹگمری روڈ لاہور۔	۹۰۰/- "
۶۔ ہاجراں بی بی صاحبہ مرحومہ اہلیہ شیخ جمال الدین صاحب شہید کپورتھلوی منجانب پسر شیخ فضل محمد امین صاحب گوجرخان راولپنڈی	۳۰۰/- "
۷۔ مکرم چوہدری غلام رسول صاحب وڑائچ ناظم ضلع انصار اللہ چک ۸۶ جنوبی سرگودہا	۳۰۰/- "
۸۔ " چوہدری وزیر محمد صاحب مرحوم و اہلیہ مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ منجانب دختر امۃ السمیع صاحب بیگم پروفیسر عبدالرشید صاحب غنی قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ	۳۰۰/- "
۹۔ " چوہدری مقصود احمد صاحب باجوہ میرپور خاص سندھ	۳۰۰/- "
۱۰۔ " رحمت اللہ خان صاحب لودھی ملتان شہر	۳۱۳/- "
۱۱۔ " محمد احمد خانصاحب لودھی "	۳۰۷/- "
۱۲۔ اہلیہ صاحبہ قاضی محمد اسحاق صاحب بسمل منجانب پسر ڈاکٹر ارشد محمود احمد صاحب ملتان	۳۰۱/- "
۱۳۔ مکرم چوہدری عبدالکریم صاحب ٹمبر مرچنٹ کنجاہ ضلع گجرات	۳۰۰/- "
۱۴۔ " چوہدری نواب دین صاحب ننگلی منجانب پسر چوہدری مجید احمد صاحب دارالرحمت وسطی ربوہ	۳۰۰/- "
۱۵۔ " چوہدری مجید احمد صاحب ٹھیکیدار دارالرحمت وسطی ربوہ	۳۰۰/- "
۱۶۔ " ملک نادر خان صاحب مرحوم منجانب پسر ملک رشید احمد صاحب سروالہ ضلع اٹک	۳۰۰/- "
۱۷۔ " چوہدری نبی احمد صاحب شیخ پور وڑائچاں ضلع گجرات	۳۰۰/- "
۱۸۔ " خلیفہ عبدالوہاب صاحب مینیجر سروس انڈسٹریز گجرات شہر	۳۰۰/- "
۱۹۔ غلام فاطمہ صاحبہ مرحومہ اہلیہ بابو عبدالغنی صاحب مرحوم منجانب دختر عائشہ صدیقہ زوجہ محمد خالد صاحب گورائیہ ربوہ	۳۰۰/- "
۲۰۔ مکرم عطاء الرحمٰن احمد صاحب ابن محمد خالد گورائیہ پرنسپل پرنس کالج نائیجیریا۔	۳۰۰/- "

(عبدالرشید غنی۔ قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

ایک دوست کے چند خطوط

مکرم مسعود احمد صاحب خورشید کراچی نے ایک غیر از جماعت دوست کے چند خطوط بغرض اشاعت بھجوائے ہیں۔
فجزاھما اللہ احسن الجزا ———— (ادارہ)

(۱)

"..... جس سانحۂ عظمیٰ انا للہ و انا الیہ راجعون کو آپ نے سپردِ قلم فرمایا ہے وہ درحقیقت انفرادی طور پر ہی صرف آلام و مصائب کا درس کوہ گراں نہیں تھا بلکہ اجتماعی طور پر بھی ایک برقِ تپاں تھا جس سے جماعتی زندگی کا آشیاں بھسم ہو کے رہ سکتا تھا۔ مگر خدائے علیم و خبیر اور رحمٰن و رحیم کے علم و خبر کی وُسعت اور فضل و کرم کی برکات و تفضلات کی بدولت جو انتخاب مومن وجود میں آگیا وہ وقت کا عین تقاضا تھا۔ اور بالکل ہی مناسب و موزوں۔ دُعا ہے کہ خداوند تعالےٰ اُس داغِ مفارقت دے جانے والی محبوب و مقبول ہستی کو اپنے جوارِ رحمت میں مقام اعلیٰ نصیب فرمائے۔ یہ عالم فانی ہے۔ اس حیاتِ مستعار کے معین ایّام بہرطور ہر ایک کو بسر کرنے ہیں۔ اس میں نہ اضافہ ہو سکتا ہے نہ کمی۔ حضرت صاحب مرحوم و مغفور نے جماعت کو جس بامِ عروج تک پہنچا دیا تھا وہ ایک ایسی حقیقتِ واضح ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کٹھن سے کٹھن اور پُر از آزمائشات ادوار میں بھی استقامت و ثبات کا مردِ آہن ثابت ہوئے اور فتح نصیب جرنیل کی کی طرح ہر میدان میں ظفر و کامیابی ان کے قدم بوس ہوئی خوش قسمت اور بلند بخت ہوتی ہیں وہ جماعتیں اور افراد جن کی راہنمائی کی باگ ڈور ایسے ہاتھوں میں ہوتی ہے جو اپنی خداداد قابلیت و لیاقت سے انہیں مثالی بنا دیتی ہیں۔ پھر اسے بھی اللہ تعالیٰ کا عین کرم و جُود کا زندہ ثبوت کہا جا سکتا ہے کہ اس راہبر و منزلِ عُقبیٰ کے نقوش قدم پر آمادہ سفر ہونے والا بھی کسی لحاظ سے اس اہم منصب کے لئے ذمّہ دارانِ جماعت کی تحریک و انتخاب کے مطابق ہرگز ہرگز نا اہل نہیں ہے۔ ان میں اس خلا کو پُر کرنے کی بدرجہ اتم صلاحیت موجود ہے۔ وہ انشاء اللہ العزیز صحیح معنیٰ میں خادمِ دین ثابت ہوں گے۔

آپ بڑے ہی نیک بخت اور بلند اختر ہیں کہ آپ کو اسلامی مسجد کی تقریبِ افتتاح میں شرکت نصیب ہو رہی ہے۔ یہ افتتاح آپ کو مع جملہ احباب کے مبارک ہو اور اس طرح کے لمحات زندگی میں آپ کو متعدد بار نصیب ہوں۔ بندہ کی عمق قلب سے دُعا ہے خدائے بزرگ و برتر آپ کا سفر و حضر میں حافظ و ناصر ہو اور بخیر و عافیت وطن مالوف کو مراجعت ہو آمین۔"

(۲)

"خداوند عزّ و جل کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ بخیر و عافیت مراجعت فرما ہو گئے۔ آپ کی نیک بختی اور خوش قسمتی کا کیا

کہنا۔ ایسے سعد مواقع زندگی میں کسی کو کم ہی نصیب ہوتے ہیں اسلام کی عظمتِ رفتہ کو سطوتِ گفتہ کے ہم کنار کرنے میں جماعت کی مساعی جمیلہ جہاں قابلِ قدر ہیں وہاں ناقابلِ فراموش بھی ہیں۔ ایسے کام انفرادی تحریک پر اجتماعی تعاون کے مرہونِ منت ہُوا کرتے ہیں۔ اللہ پاک آپ سب کو جزائے خیر دے۔ بڑا ہی بابرکت قدم ہے جو مسجد بشارت کی صورت میں اُٹھا ہے۔ افسوس کہ اس مبارک افتتاح سے متعلق جماعتی لٹریچر کے پڑھنے کا اتفاق نہیں ہُوا کیونکہ الفضل پہلے آیا کرتا تھا۔ پچھلے چند ماہ سے آنا بند ہو گیا ہے۔ اسی لئے بندہ نے اپنے سابقہ خط میں آپ سے اس بارے میں کچھ لٹریچر کی فراہمی کے لئے درخواست کی تھی۔

دُعا کریں کہ اس دفعہ جلسہ شریف سے استفادہ حاصل کرنے کا موقع مل جائے۔"

(۳)

"..... ماشاء اللہ جلسہ جو کہ دینی نقطہ نظر کو مدِّ نظر رکھ کر منعقد کیا جاتا ہے، نے بڑا ہی متاثر کیا۔ لوگوں کا ہجوم اور ان کا جوش و ولولہ ایک رُوحانی پُرکیف منظر پیش کرتا تھا۔ لوگوں کو اپنے محترم و مکرم خلیفۂ وقت کی اقتدا میں خداوند کریم کے حضور سجدہ ریزی دل کو تڑپا کر رکھ دیتی تھی۔ ایک قابلِ تعریف منصوبہ کے تحت انتظامِ جلسہ اور کارکنوں کی فرض شناسی اور عوام سے ان کا تعاون ظاہر کرتا تھا کہ ان کے دلوں میں جماعت سے وابستگی اور اس کے وقار و شرف کو قائم رکھنے کی کتنی بڑی لگن ہے۔ جماعت کے ذی علم اور اپنے اپنے موضوع پہ کُلّی عبور رکھنے والے مقررین کا عوامی خطاب، معتقدین کے ایمان کی افزونی و پختگی اور متشککین کے شبہات و شکوک کے ازالہ اور دعوتِ فکر کا کام کرتا نظر آتا تھا۔ خلیفۂ وقت کا افتتاحی خطاب جہاں ان کی علمیت کو ظاہر کرتا تھا وہاں تقاضہ وقت کی نباضی کی مہارت کو بھی اپنے دامن میں لئے ہوئے تھا۔ خطاب کے دوران سامعین میں ایسا سکوت طاری تھا جو کہ ظاہر کرتا تھا کہ سامعین میں ان کا کتنا بڑا احترام ہے۔ دوسرے دن کے خطاب میں بھی ان کی بیدار مغزی، پیروکاروں سے بے لوث محبت اور ان کی فطرت شناسی کے نمایاں آثار تھے۔ ماضی سے سبق، حال کے متنوع کارہائے نمایاں اور مستقبل کی تجاویز اور منصوبہ جات سے پیروکاروں کو آگاہی ان کے غیر معمولی اعتماد و حمایت کی علامت تھی۔ قصّہ کوتاہ جہاں جہاں بھی نظر پڑتی تھی وہاں ایک داستان تھی جس کا ہر پہلو نہایت ہی خوشگوار تھا۔ خلیفۂ وقت سے ملاقات بھی حوصلہ افزائی۔ باہمی تعارف اور دلی عقیدت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا۔ اس سے نہ صرف تقرب کی دولت سے مالا مال ہونے کا موقع ملتا ہے بلکہ جذبہ خود نمائی کو بھی کچھ نہ کچھ محدودیت سی حاصل ہوتی رہتی ہے۔ اغیار سے جو کچھ سُنا جاتا تھا وہاں اس کے بالکل ہی برعکس پایا۔ ان کا پروپیگنڈا بالکل ہی بے بنیاد معلوم ہُوا۔ وہاں تو اسلام اور اس کے غلبہ کے متعلق باتوں کے علاوہ لاریب کچھ بھی نظر نہ آیا دل نے جو کچھ بھی محسوس کیا وہ زبان بیان کرنے سے گنگ ہے دل سے یہی دُعا نکلتی ہے کہ خدائے پاک دیر تک اسلام کا بول بالا کرے اور جو لوگ بھی اس راہ میں اپنے تن من دھن سے کام کر رہے ہیں۔ ان کا ہر مرحلہ میں حافظ و ناصر ہو آمین۔

آپ کے صاحبزادے کے کامیاب اپریشن کے لئے بندہ شب و روز درگاہِ باری تعالیٰ میں دست دُعا ہے۔

قرآن مجید کی تفسیر و ترجمہ کا مطالعہ جاری ہے۔ ان کا تقابلی پلڑا ابھی تک تو دیگر تفاسیر و تراجم پر بھاری ہی نظر آرہا ہے۔

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

بچّوں کا صفحہ

اندھے، گنجے اور برص والے کی کہانی

(ابن احمد - ربوہ)

آؤ بچّو تمہیں ایک کہانی سنائیں جو ہم سب کے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سنائی۔ حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کے صحابی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :-

بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے۔ ان میں سے ایک برص زدہ تھا۔ بچّو! اس بیماری سے جسم اور چہرہ پر سفید داغ پڑ جاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ سارا جسم سفید ہو جاتا ہے۔ آپ نے کئی ایسے آدمی دیکھے ہوں گے۔ ایک گنجا تھا۔ جس کے سر کے بال جھڑ گئے تھے۔ اور ایک آنکھوں سے اندھا تھا۔ اللہ نے اُن کا امتحان لینا چاہا۔ چنانچہ اُن کی طرف اللہ میاں نے اپنا ایک فرشتہ بھیجا۔ وہ پہلے برص والے کے پاس گیا اور اُسے پوچھا تجھے سب سے زیادہ کیا پسند ہے۔ اُس نے کہا۔ اچھا رنگ اور اچھی جلد۔ کیونکہ برص سے جسم کی جلد کا رنگ بدل جاتا ہے پھر فرشتے نے پوچھا تجھے کونسا مال پسند ہے۔ اُس نے کہا اونٹ۔ چنانچہ فرشتے نے اسے بچّہ دینے والی اونٹنی دے دی۔ پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اُس سے پوچھا۔ تجھے سب سے زیادہ کیا پسند ہے۔ گنجے نے کہا۔ میرا گنج جاتا رہے اور میرے سر پر خوبصورت بال اُگ آئیں فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کا گنج دُور ہو گیا۔ اور خوبصورت بال اُگ آئے۔ اب فرشتے نے پوچھا تجھے کونسا مال پسند ہے۔ اُس نے کہا گائے۔ چنانچہ فرشتے نے اُسے ایک بچّہ دینے والی یعنی گابھن گائے دے دی۔ اور کہا لو اللہ تمہیں مبارک کرے۔ پھر وہ تیسرے آدمی یعنی اندھے کے پاس آیا۔ اُس سے کہا تجھے سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے۔ اُس نے کہا۔ اللہ میری نظر لوٹا دے۔ تاکہ میں آنکھوں سے لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اپنا ہاتھ اس کے چہرہ پر پھیرا تو اللہ تعالےٰ نے اس اندھے کی نظر لوٹا دی۔ پھر فرشتہ نے پوچھا تجھے کونسا مال زیادہ پسند ہے۔ اُس نے کہا۔ بکریاں چنانچہ اسے فرشتہ نے بچّہ دینے والی بکری دی۔ جس نے دو بچّے دیئے۔

بچّو! اللہ نے فرشتہ کے دیئے ہوئے اموال میں برکت ڈالی۔ جسے فرشتہ نے اونٹنی دی تھی۔ اس کے پاس بہت سے اُونٹ ہو گئے۔ جسے گائے دی تھی۔ اس کے پاس گائیں بہت ہو گئیں۔ بکری جس کو دی تھی اس کی بکریاں بہت ہو گئیں۔

اب فرشتہ اُس برص والے کے پاس ایک مسافر کے لباس میں آیا اور کہا۔ میں ایک مسکین مسافر ہوں۔ بُرا حال ہے۔ تھکا ہُوا ہوں اپنی منزل پر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ میں اُس خُدا کا تجھے واسطہ دیتا ہوں جس نے تجھے اچھا رنگ دیا اور تیری جلد ٹھیک کر دی اور تجھے اتنے اُونٹ دیئے۔ سواری دے کر میری مدد کیجئے۔ اُس نے فرشتے کو جواب دیا بہت حقوق ادا کرنے ہیں۔ فرشتے نے کہا کیا تجھے برص نہیں تھی۔ لوگ تیری بیماری کی وجہ سے تجھ سے نفرت کرتے تھے۔ خدا نے تجھے مال دیا۔ اُس نے کہا یہ تو مجھے ورثہ میں اپنے بڑوں سے ملا ہے۔ فرشتے نے کہا اگر تونے جھوٹ بولا تو خُدا تجھے ویسا ہی کر دے۔ پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا۔ اس کو بھی وہی کہا۔ اُس نے بھی پہلے شخص کی طرح ہی جواب دیا۔ تب فرشتے نے اُسے بھی وہی بد دُعا دی۔ جو پہلے کو دی تھی۔ پھر وہ اندھے کے پاس آیا اور اُسے کہا۔ دیکھو

مَیں مسکین مسافر ہوں۔ میرا بُرا حال ہے۔ سفر کرنا بھی میرے لئے اب مشکل ہے۔ اُس خدا کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تیری نظر لوٹائی اور تجھے مال دیا۔ میری کچھ خدا کے لئے مدد کرو۔ تاکہ مَیں سفر طے کر سکوں۔ اُس نے کہا۔ یہ میرا مال ہے تو جو چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے لے لے۔ اس کا شکر ہے۔ مَیں اندھا تھا۔ خدا نے میری نظر لوٹائی۔

تب فرشتے نے کہا۔ تو اپنا مال اپنے پاس ہی رکھ۔ اللہ نے تیرا امتحان لینا تھا۔ تو اس میں کامیاب ہو گیا۔ تجھ پر خدا راضی ہو گیا۔ اور تیرے دونوں ساتھیوں، گنجے اور برص والے پر وہ ناراض ہے۔

پیارے بچو! اِس کہانی سے ایک سبق ملتا ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا کی نعمت کا ہر حالت میں شُکر کرو۔ اللہ تعالیٰ جب بھی کسی ذریعہ سے تمہارا امتحان لے۔ اُس میں کامیاب رہو۔ خدا تمہیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ ایک دوست کے چند خطوط از صفحہ ۳۸

خدا کے دین کیلئے کام کرنے والوں کو خداوند تعالیٰ روشن دماغی اور اعلیٰ صلاحیتوں سے ہی نوازتا ہے۔ اس لئے ان کی گفتگو اور تحریر نرالی شان کی حامل ہوتی ہے۔"

(۴)

"مؤقر روزنامہ الفضل جو کہ فی الواقع فضلِ ربّانی کی طرح اپنے فیوض کی بارانِ رحمت سے مُردہ دلوں کو حیاتِ نو عطا کر رہا ہے۔ ۱۶ر جنوری سے اب تک باقاعدگی سے اپنے انوار کی تجلّیوں سے دل و دماغ کی تاریکیوں سے دست بگریباں ہے بکرم عباداللہ گیانی صاحب مینیجر اور محترم مسعود احمد دہلوی صاحب مدیر کی خدمت میں الگ الگ عریضہ ارسال کیا تھا کہ ۲۷ر دسمبر سے ۱۵ر جنوری تک کے پرچے جن میں سالانہ جلسہ کی کارروائی اور تقاریر کی اشاعت ہوئی ہے، بھی بھجوا دیں۔ افسوس کہ ابھی تک ان کی طرف سے کوئی قدم نہیں اُٹھایا گیا۔ ان پرچوں میں جمعہ شریف کے خطبات کے پرچے بھی نہیں شامل کئے جا رہے ہیں۔ جبکہ وہ مجھ جیسے افراد کے لئے حق شناسی اور دعوتِ فکر دینے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ ان کے بغیر بڑی ہی تشنگی سی محسوس ہو رہی ہے۔"

(۵)

"..... حضرت صاحب کے بابرکت وجود ذی جُود سے بالمشافہ استفادہ فی الواقع بڑی سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی فراست سے نوازا ہُوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت کے دلوں میں وہ پُوری طرح سے بسے ہوئے ہیں۔ اُن کی حالیہ تحریکات پردہ نسواں، اخبار کے اسلام پر اعتراضات کے علمی جوابات، صدسالہ جوبلی کی تقریبات سے متعلق ہدایات، تحریک جدید کی مؤثر فعالیّت قرآن مجید کی مزید عالمی زبانوں میں اشاعت وغیرہ وغیرہ ان کے ذہن رسا۔ عقل دُور اندیشی اور تدبّر کی واضح علامات ہیں۔ دُعا ہے کہ خداوند ذوالجلال والاکرام ان کے جذبہ خدمتِ اسلام میں اس سے بھی زیادہ فروغ عطا فرمائے آمین۔

جلسہ کے دوران ایک دفعہ بندہ آپ سے ملتمس ہُوا تھا کہ آیا کوئی ایسی کتاب مل سکتی ہے جس میں احمدیت قبول کرنے والے خوش بخت انسانوں نے اپنی وارداتِ قلب اور وجوہات قلمبند کی ہوں۔ آپ نے ہاں میں جواب عنایت فرمایا تھا۔ کیا آپ کے ذریعہ کسی ایسی کتاب کا مطالعہ ہو سکتا ہے۔

ہمارا عقیدہ

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنے کا حکم ہے۔ ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں ۔۔۔۔۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ اور سیّدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں ۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائکہ حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنّت حق اور جہنم حق ہے ۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے ۔ اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے ۔ وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرّہ کم کرے یا ایک ذرّہ زیادہ کرے ۔۔۔۔ وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچّے دل سے اس کلمہ طیّبہ پر ایمان رکھیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں ۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ۔ ان سب پر ایمان لاویں ۔ اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر ادا اور منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں ۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سُنّت کی اجماع رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے ۔"

(ایّام الصلح صفحہ ۸۶، ۸۷)